Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

304

ناوابستہ ممالک

کارنامے، مسائل

304

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम ना वाबिस्ता ममालिक के कारनामे व मसायल

लेखक ....

प्रकाशन वर्ष ....

आगत संख्या ......304......

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناوابستہ ممالک

کارنامے، مسائل اور امکانات

باڈونگ کانفرنس کی ۳۰ ویں سالگرہ کے موقع پر

304;U

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناوابستہ ممالک

کارنامے، مسائل اور امکانات

(باٹڈونگ کانفرنس کی ۳۰ویں سالگرہ کے موقع پر)

علیم خاں

304;U

نویگ پریس، دہلی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

١٩٨٥ء

پبلشر : نوینگ پریس، چاندنی چوک، دہلی
پرنٹر : وِمل آفسیٹ پریس، دہلی

قیمت : ۴ روپئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فہرست

تعارف ۷

ناوابستہ تحریک کا قیام ۱۱

بانڈونگ ۱۹۵۵ء اور بانڈونگ کا جذبہ ۱۸

افریقی و ایشیائی یکجہتی سے ناوابستہ تحریک تک ۲۳

ناوابستہ تحریک کیا ہے؟ ۱۹۶۱ء میں بلگراڈ میں جواب ۲۶

ناوابستہ تحریک کا استحکام ۳۴

ناوابستہ تحریک: اغراض و مقاصد، اصول اور موقف ۳۸

اصل مقاصد — امن اور ترقی ۴۵

دو آدمی ایک ہی کام کو ایک جیسا نہیں کرتے ۵۵

کیا ناوابستہ تحریک کو حلیفوں کی ضرورت ہے؟ یہ کون ہیں؟ ۶۰

اختتام ۶۳

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تعارف

تاریخ کے کسی دور میں اتنی زیادہ نئی اور آزاد ریاستیں وجود میں نہیں آئی ہیں جتنی پچھلے بیس سے تیس برسوں میں دوسری عالمگیر جنگ کے بعد نمودار ہوئیں ۔ ایشیا، افریقہ ، لاطینی امریکہ اور آشیانا میں استعماری سلطنتوں کے کھنڈروں پر درجنوں مقتدر ریاستیں تعمیر ہوئیں ۔ حالانکہ استعماریت اور نسل پرستی کے کچھ نشانات ابھی موجود ہیں، جو زیادہ تر افریقی براعظم کے کناروں پر اور کچھ چھوٹے چھوٹے جزیروں میں پائے جاتے ہیں، ان کا زوال ناگزیر ہے ۔ دنیا کے سیاسی نقشے میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہو گئی ہیں ۔ جنگ کے بعد کے زمانے میں مجموعی اعتبار سے تقریباً ۱۰۰ نئی ریاستیں معرض وجود میں آ گئی ہیں اور ان کے ساتھ دنیا میں مقتدر ریاستوں کی تعداد تگنی ہو گئی ہے ۔

قومی آزادی کے انقلاب کی فتح کو ایسے بڑے دھماکے سے تعبیر کیا جانا چاہئے جس نے پرانے نظاموں کو تباہ کر دیا اور اسی کے ساتھ نئے نظاموں کے لئے میدان ہموار کر دیا ۔ اس دھماکے کا اثر بین الاقوامی رشتوں کے میدان میں پڑنا ضروری تھا ۔ وہ وقت آگیا ہے جب سبھی قوموں کو دنیا کی تقدیر بنانے میں حصہ لینا چاہئے ۔ واقعہ یہ ہے کہ بین الاقوامی رشتے ترقی کے ایک نئے مرحلے تک پہنچ گئے ہیں جو بیسویں صدی کا تیسرا مرحلہ ہے ۔ پہلے دو مرحلے تھے ۱۹۱۷ء کا عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب اور دوسری جنگ کے بعد سوشلسٹ برادری کا معرض وجود میں آنا ۔

جنگ کے بعد کی دہائیوں میں بین الاقوامی میدان میں اہم حالات رونما ہوئے جن میں نئے نئے آزاد ہونے والے ملکوں نے راست حصہ لیا ۔ یہ واقعات عالمی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ اس سلسلے میں ۱۹۸۵ء میں کئی اہم سالگرائیں منائی جائیں گی ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سب سے پہلے تو اس میں دوسری عالمگیر جنگ کے خاتمے اور فسطائیت پر اتحادی طاقتوں کی فتح کی چالیسویں سالگرہ منائی جائے گی۔ اس فتح میں سوویت یونین نے فیصلہ کن رول ادا کیا تھا۔ بہت سے ملکوں اور ایشیا اور افریقہ کے لوگوں کی وہ قربانیاں بھی یاد ہیں جو اس نے اس جنگ کے دوران دی تھیں۔ کچھ سابق نوآبادیات کے علاقے میدان جنگ بن گئے تھے اور برطانوی اور فرانسیسی فوجوں میں کئی نوآبادیات کے ہزاروں لاکھوں سپاہی شامل تھے جنھوں نے اطالوی اور جرمن فسطائیت کے خلاف یورپ میں اور جاپانی عسکریت پسندوں کے خلاف ایشیا میں جنگ کی۔

جنگ کے دس سال بعد ۱۹۵۵ء میں بانڈونگ (انڈونیشیا) میں ایک بین الاقوامی کانفرنس ہوئی تھی جس میں افریقہ اور ایشیا کے پہلے نئے نئے آزاد ہونے والے ملکوں نے عملی رول ادا کیا۔ اپنے فیصلوں میں انھوں نے پُر امن بقائے باہمی کے اصولوں کی تصدیق کی۔ آج تیس سال کے بعد بین الاقوامی کشیدگی کے بڑھ جانے کے بعد بھی بانڈونگ کا جذبہ برقرار ہے مختلف سماجی نظام رکھنے والی ریاستوں کے درمیان پُر امن بقائے باہمی کے اصولوں کو مستحکم بنانے میں پوری انسانیت کی بھلائی ہے۔ ۱۹۵۵ء میں بانڈونگ میں امن، آزادی اور مساوات کے جن تصورات کا اعلان کیا گیا تھا وہ آج بھی اہم ہیں۔

نوآبادیات کو آزادی دینے کے متعلق اقوام متحدہ کے تاریخی اعلان کو اب پچیس سال گزر چکے ہیں۔ یہ اعلان، جو سوویت یونین کی کوشش کی بنا پر منظور کیا گیا تھا، دنیا کے وسیع علاقوں کو استعماریت سے پاک کرنے کا طویل المدتی پروگرام بن گیا۔ ۱۹۸۵ء میں افریقہ کے سال کی پچیسویں سالگرہ بھی ہوگی جب اس براعظم کے سترہ ملکوں نے آزادی حاصل کی اور ان کا ایک بڑا دستہ بن گیا جس نے دنیا کی نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کی مساوات کے لئے شدید جدوجہد شروع کر دی۔ ۱۹۸۵ء میں پٹیرولیم برآمد کرنے والے ملکوں کی تنظیم کی ۲۵ ویں سالگرہ بھی ہوگی جس نے پہلی مرتبہ نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کی معاشی آزادی کے لئے مشترکہ جدوجہد میں سب سے زیادہ جرأت مندانہ طریقے استعمال کئے۔ اور آخری بات یہ کہ ۱۹۸۵ء میں امریکی حملہ آوروں پر بہادر ویت نامی لوگوں کی فتح کی دسویں سالگرہ ہوگی۔

مندرجہ بالا ہر واقعہ بین الاقوامی رشتوں کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور ان کے علاوہ ناوابستہ تحریک بھی ایک سنگ میل ہے جس میں اب ایشیا، افریقہ، لاطینی امریکہ، یورپ اور آشیانا کے سو سے زیادہ ملک شامل ہیں۔ یہ بات مفید ہوگی کہ ناوابستہ تحریک کے ایسے بنیادی اصولوں کے مانندوں کا جائزہ لیا جائے جیسے عسکریت پسندی کی مخالفت، سامراج کی مخالفت اور استعماریت کی مخالفت خصوصیت کے ساتھ اس کی ضرورت یوں محسوس ہوتی ہے کہ ناوابستہ تحریک ایک روز افزوں موثر بین الاقوامی سیاسی طاقت بنتی جا رہی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بین الاقوامی کشیدگی کے دوران، جو آٹھویں اور نویں دہائیوں کے سنگم کے موقع پر ریاستہائے متحدہ امریکہ کے جارحانہ حلقوں کی کارروائیوں کی بنا پر نمودار ہوئی، سب قوموں کو نئی عالمی جنگ کو روکنے کے طریقوں کی فکر لگی ہوئی ہے۔ ہمارے زمانے کے اس بنیادی مسئلے کا حل بڑی حد تک ناوابستہ تحریک کی کارروائیوں کے مزید فروغ سے جڑا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ ان امور کے متعلق ایک واضح تصور قائم کیا جاسکے کہ اس تحریک کے مقاصد کیا ہیں، کون اس کے دوست ہیں اور کون دشمن اور آج کے بین الاقوامی رشتوں میں وہ کیا رول ادا کرتی ہے۔؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناوابستہ تحریک کا قیام

ابتدا ہی سے نئے نئے آزاد ہونے والے ملکوں کے سامنے سماجی ترقی کے راستے کے انتخاب کا، اپنے سیاسی جھکاؤ کی وضاحت کرنے اور عالمی میدانوں میں اپنی جگہ کا تعین کرنے کے مسائل تھے۔ ان میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ اپنے سیاسی اور معاشی مفادات کے لئے اور استعماری حکومت کے خاتمے کے بعد نئے کاموں کو عملی شکل دینے کی اپنی کوششوں کے لئے بین الاقوامی حمایت حاصل کرلے۔

یہ مفادات اور مناصب کیا تھے؟

استعماری سلطنتوں کے زوال اور آزادی کے حصول کا نئے نئے آزاد ہونے والے تمام ملکوں میں بڑی مسرت کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ ان قوموں کے لئے، جنھوں نے بالآخر استعمار کے بندھنوں کو توڑ دیا تھا، ہر دو رد عمل قدرتی تھے۔ لیکن جلد ہی یہ اندازہ ہوگیا کہ انہوں نے جو آزادی حاصل کی ہے وہ محدود بلکہ اضافی ہے۔

پہلی بات تو یہ تھی کہ وہ سب بہ یک وقت آزاد نہیں ہوئے تھے اور ان میں سے درجنوں اس کے بعد بھی بڑی مدت تک استعماری یا نیم استعماری بنے رہے۔ ان کے سامنے آزادی کے لئے ایک طویل جدوجہد تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ باقاعدہ آزادی یعنی قومی حکومت کے قیام اور اپنے جھنڈے اور قومی ترانے کے تعین کے بعد بھی انہیں پوری حقیقی سیاسی اور معاشی آزادی نصیب نہیں ہوئی تھی جسے ابھی حاصل کرنا تھا۔ تیسری بات یہ کہ نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستیں کسی نہ کسی طرح سابق استعماری اور دوسری سامراجی طاقتوں کی جارحانہ پالیسیوں سے منسلک تھیں۔ آخرالذکر کے ساتھ برابری تو درکنار اس پر طرہ یہ تھا کہ بین الاقوامی معاملات میں وہ دوسروں سے علیٰحدہ تھیں۔ اس صورت حال کو ختم کرنے کے لئے ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ ایک موثر خارجہ پالیسی تشکیل کریں اور مشترکہ کوششوں سے اس پر عمل کریں۔ یہ تھے ان کے معروضی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مفادات و مناصب۔

اپنے استعماری ماضی سے رشتہ توڑنے کے لئے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے نئے نئے آزاد ہونے والے ملکوں نے ایسا سیاسی راستہ اختیار کرنے کا ارادہ کیا جس سے انہیں سابق استعماری اور دوسری سامراجی طاقتوں سے چھٹکارا مل جائے اور اسی کے ساتھ استعماریت مخالف اور سامراج مخالف قوتوں کے ساتھ ان کا قریبی اتحاد بڑھ جائے جن میں ظاہر ہے کہ سوشلسٹ برادری بھی شامل تھی۔ لیکن کچھ مخصوص حالات کی بنا پر کچھ نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستیں اس راستے پر نہ چل سکیں۔ وہ خصوصی حالات تھے مغرب پر معاشی انحصار، عالمی سرمایہ دار معیشت سے قریبی رشتے، اور سوشلسٹ دنیا اور اس کے معاشی نظام کے ساتھ غیر اہم ناتے۔ اس کے نتیجے میں ان ملکوں نے بین الاقوامی سیاست کے میدان میں ایک اور راستہ دریافت کرنے کی کوشش کی یہ تھا "مثبت ناطرفداری" یا ناوابستگی کا راستہ جس پر چلنے کے لئے باہمی تعاون اور اتحاد کو عملاً فروغ دینا تھا۔

اتحاد اور سیاسی آزادی کے تصور نے اس صدی کی تیسری دہائی میں جنم لیا جب استعماریت مخالف پان افریقی تحریک وجود میں آئی اور انڈین نیشنل کانگریس نے آزاد ایشیائی ریاستوں کا ایک وفاق قایم کرنے کے امکان پر غور کرنا شروع کیا۔ اس وقت ایشیا اور افریقہ کی قومی آزادی کی تحریکوں کے نمائندوں میں روابط قایم ہو رہے تھے جن سے افریقی۔ ایشیائی اتحاد کی تحریک کی ابتدا ہوئی۔ چوتھی دہائی میں ہندوستان کے لوگوں کی قومی آزادی کی تحریک کے لیڈر جواہر لال نہرو نے بار بار مصر کے لوگوں کی آزادی کی تحریک کے قایدین سے ملاقات کی اور برطانوی استعماریت کے خلاف جد و جہد کے مشترکہ مسائل پر گفتگو کی۔

۱۹۴۵ء میں اتحادی طاقتوں کی پسپائی کے بعد مشرق کے لوگوں کی حصول آزادی کے امکانات بڑھ گئے۔ یہ ضروری ہوگیا کہ افریقی۔ ایشیائی اتحاد اور آئندہ کی مقتدر ریاستوں کی آزاد خارجہ پالیسیوں کی تشکیل کے تصورات کو جنم دیا جائے۔ سن فرانسسکو میں منعقد ہونے والی اقوام متحدہ کی دستور ساز کانفرنس کے موقع پر کئی ایشیائی اور افریقی ممالک کے نمائندوں نے ہندوستان کے غیر سرکاری وفد سے کہا کہ نہرو کو افریقی۔ ایشیائی اتحاد کے تصور کو فروغ دینا چاہئے جس کے لئے وہ آمادہ ہوگئے۔

افریقی۔ ایشیائی اتحاد کو تنظیمی شکل دینے سے پہلے یہ ضروری تھا کہ افریقی۔ ایشیائی قوموں کو یہ بتایا جائے کہ یہ اتحاد کتنا اہم ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لئے اس کے اغراض و مقاصد کی وضاحت کی جائے۔ اس کے لئے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں مانچسٹر (برطانیہ) میں ایک پان افریقی کانگریس منعقد کی گئی۔ اس نے تمام افریقی قوموں کو متحد ہونے اور استعماریت پسندوں کے خلاف آزادی حاصل کرنے کے لئے جد و جہد شروع کرنے کی خاطر موثر تنظیمیں قائم کرنے کی دعوت دی۔ اس نے پہلی دفعہ آزادی کے بعد افریقی ممالک کی یونین قائم کرنے کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تصور پیش کیا۔ ۱۹۴۵ء ہی میں عرب ریاستوں کی لیگ (عرب لیگ) کا قیام بھی عمل میں آیا جس میں افریقہ اور ایشیا کی عرب ریاستیں متحد ہوگئی تھیں۔

آزاد ایشیا کے مسائل پر تبادلہ خیال ایشیائی ممالک کی ایک کانفرنس میں کیا جاتا تھا۔ اس قسم کی کانفرنس کے انعقاد کا تصور نہرو نے پیش کیا اور ۱۹۴۶ء کے پورے سال میں اس کی تیاری کی جاتی رہی حالانکہ اس وقت ہندستان آزاد نہیں تھا پھر بھی نہرو نے اس کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کی جس میں حق خود ارادیت' آزادی اور مساوات کے تصورات شامل تھے۔ انہوں نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ ہندوستان کسی بلاک میں شامل نہیں ہوسکتا ہے اور وہ جنگ اور امن کے سلسلے میں ناطرفدار بھی نہیں رہ سکتا ہے۔ نہرو نے کہا " اگلی عالمی جنگ دنیا کو تباہ کر دے گی اور ہم بھی اس عام تباہی سے نہیں بچ سکیں گے۔ ہم نے تہیہ کرلیا ہے کہ ہم قیام امن کی خاطر ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اس سے ہماری موجودہ خارجہ پالیسی کی وضاحت ہوتی ہے"۔ نہرو نے یہ خیالات ایشیائی ممالک کی بین الاقوامی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ظاہر کئے تھے جو ایشیائی ملکوں کی پہلی کانفرنس تھی اور مارچ ۱۹۴۷ء میں دہلی میں منعقد ہوئی تھی۔

چونکہ اس وقت ایشیائی براعظم کے کئی ملک محکوم تھے اس لئے یہ کانفرنس ظاہر ہے کہ بین الحکومتی سطح پر نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس میں کئی عالموں اور سیاسی شخصیتوں نے شرکت کی۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس میں شرکت کرنے والوں میں سوویت یونین کی ماورائے کاکیشیا اور وسطی ایشیا کی آٹھ جمہوریوں کے نمائندے بھی تھے جنھیں مغرب کے ڈپلومیٹک حلقوں کی شدید مخالفت کے باوجود شرکت کے لئے دعوت دی گئی تھی۔ اس کانفرنس میں مجموعی اعتبار سے ۲۶ ایشیائی ریاستوں کے نمائندے شریک تھے۔

اس کانفرنس میں، جسے ایشین ریلیشنز کانفرنس کا نام دیا گیا تھا، بین الایشیائی سیاسی، معاشی اور تہذیبی تعاون کے مسائل پر تبادلۂ خیال ہونا تھا۔ لیکن اصل تقریر نہرو نے کی تھی جس میں خارجہ پالیسی کے وسیع تر سوالات کا جائزہ لیا گیا تھا۔ نہرو نے کہا تھا "کسی کے خلاف ہم بد ارادہ نہیں رکھتے ہیں۔ ہم تو صرف اتنا چاہتے ہیں پوری دنیا میں امن اور ترقی فروغ پائے۔ ہم ایشیا کے لوگ بہت دن تک مغرب کے درباروں میں عرض داشتیں پیش کرتے رہے ہیں۔ اب اس کو داستان پارینہ بن جانا چاہئے۔ اب ہم نے فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم خود اپنے پیروں پر کھڑے ہوں گے اور ان تمام قوموں کے ساتھ تعاون کریں گے جو ہمارے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ اب ہم دوسرے کے ہاتھوں میں کھلونا نہیں بنیں گے"۔

دسمبر ۱۹۴۷ء میں نہرو نے، جو اس وقت آزاد ہندوستان کے وزیر اعظم بن چکے تھے، دہلی میں ایک اہم تقریر کی جس میں انہوں نے ناوابستگی یعنی بلاکوں سے متعلق نہ ہونے کے تصور کو پیش کیا اور ہندوستان کے عزم محکم کا اعلان کیا کہ وہ ناوابستہ خارجہ پالیسی پر عمل کرے گا۔ نہرو کو بجا طور سے ناوابستگی کی پالیسی کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تصور کا بانی کہا جاسکتا ہے اور ہندوستان کو بین الاقوامی ناوابستہ تحریک کی جائے پیدائش وہ ایسا سیاسی رویہ تھا جو پہلے پورے ایشیا میں پھیل گیا اور اس کے بعد افریقہ اور لاطینی امریکہ میں۔ نہرو ناوابستگی کو محض سابق استعماری اور دوسری سامراجی طاقتوں کی خارجہ پالیسی سے "خود کو علیحدہ رکھنا" نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کے خیال میں ناوابستگی کے معنی تھے ان کی جارحانہ پالیسی کی ناوابستہ ملکوں کی طرف سے عملی مخالفت جو وہ علیحدہ علیحدہ بھی کر سکتے تھے اور دوسری آزادی پسند اور امن پسند سامراج مخالف عالمی قوتوں کے ساتھ مل کر بھی۔

جب نہرو نے بلاکوں سے تعلق نہ رکھنے کی پالیسی کا ذکر کیا تو انہوں نے عام زبان میں یہ بات کہی تھی تاکہ ان کی آزاد پالیسی کی سختی کے ساتھ مخالفت نو استعماری طاقتیں نہ کریں۔ چونکہ سوویت یونین نے ایشیا اور افریقہ میں کوئی فوجی بلاک بنانے اور نئے نئے آزاد ہونے والے ملکوں کو ان میں شامل کرنے کی کوشش کبھی نہیں کی تھی اس لئے ناوابستگی کے معنی تھے سامراجی طاقتوں کے بنائے ہوئے بلاکوں میں شرکت نہ کرنا۔ آخر الذکر نے ہر امکانی کوشش کی تھی کہ نئے نئے آزاد ہونے والے ملکوں کو فوجی اور سیاسی اعتبار سے مغرب سے منسلک کر دیں۔

مثال کے طور پر برطانیہ نے ۱۹۴۵ء میں منصوبہ بنایا تھا کہ عرب ریاستوں کی لیگ کی بنیاد پر وہ مشرق وسطی کا فوجی بلاک بنائے اور ۱۹۴۶ء میں اس کا منصوبہ تھا کہ ایشیا اور جنوب مغربی بحر الکاہل میں ایک فوجی بلاک بنایا جائے۔ لیکن یہ منصوبے کامیاب نہ ہو سکے۔ دسمبر ۱۹۴۵ء میں عرب ریاستوں کی لیگ کے سکریٹری جنرل نے کہا کہ سوویت یونین سے لیگ کے کوئی اختلافات نہیں ہیں اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ وہ سوویت یونین کے خلاف بنائے جانے والے بلاک میں کیوں دلچسپی لے۔

ہندوستان اور ایشیا کے کئی دوسرے ملکوں نے، جو پانچویں دہائی کے اواخر میں ناوابستہ تحریک میں شامل ہو چکے تھے، بین الاقوامی استعماریت مخالف اور سامراج مخالف کارروائیوں کی پرزور دعوت دی مثال کے طور پر برما کی تجویز پر عمل کرتے ہوئے جنوری ۱۹۴۹ء میں ہندوستان نے دہلی میں پندرہ قوموں کی بین الحکومتی کانفرنس طلب کی تاکہ انڈونیشیا کی جمہوریہ کے خلاف ڈچوں کی کارروائی کی مذمت کی جاسکے۔ سری مادو بندرانائکے نے، جو سری لنکا کے وفد کے لیڈر تھے، اس کانفرنس کی تاریخی اہمیت کا ذکر کیا جس نے جبر کی سامراجی پالیسی کو چیلنج کیا تھا اور اس کے مقابلے میں ان ریاستوں کے اتحاد کی حمایت کی تھی جو برابری کی بنیاد پر تعاون کر رہی تھیں۔

کانفرنس میں شرکت کرنے والی کئی ایشیائی ریاستوں نے اعلان کیا کہ وہ فوجی سامان کو جہازوں سے بھیجنے کے لئے نیدرلینڈس کو اپنے بندرگاہ اور ہوائی اڈے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیں گی کانفرنس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں ایک تجویز منظور کی گئی جس میں کہا گیا تھا کہ ڈچ جارحیت ختم کی جائے ۔ وہ تجویز اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کو بھیجی گئی جس نے جلد ہی نیدرلینڈس سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی جارحیت ختم کرے اور انڈونیشیا کی آزادی کو تسلیم کر لے ۔ نیدرلینڈس کو اس فیصلے پر عمل کرنا پڑا ۔

ڈچ استعماریت پسندوں کے خلاف انڈونیشیا کے لوگوں کی جدوجہد میں امداد دینے پر جو بحث ہوئی اس کے دوران ایک دفعہ پھر کانفرنس میں شرکت کرنے والے مندوبین نے نئی نئی آزاد ہونے والی ایشیائی قوموں کے استعماریت مخالف اور سامراج مخالف اتحاد کو ایک تنظیمی شکل دینے کی ضرورت پر زور دیا ۔ اس سوال پر کئی تجویزیں پیش کی گئیں ۔ سالومن بندرا نائکے نے مثال کے طور پر یہ تجویز پیش کی کہ ابتدا میں جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا کے ملکوں کے باہمی دفاع کی ایک اسکیم تیار کی جائے جس میں ہندوستان، برما، سری لنکا، پاکستان اور انڈونیشیا شامل ہوں ۔ اس بحث کے نتیجے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق مشورہ کرنے اور مشترکہ کارروائی کرنے کی مناسب تنظیم بنانے کے طریقوں کا مطالعہ کیا جائے ۔

حالانکہ اس فیصلے کی بنا پر کوئی کل ایشیا سیاسی تنظیم تو وجود میں نہیں آسکی پھر بھی اس نے ایشیا کی نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کی خارجہ پالیسیوں میں زیادہ تال میل پیدا کرنے کے لئے عوامل مہیا کر دئے ۔ مثال کے طور پر یہ اُن میٹنگوں میں دیکھا جا سکتا تھا جو اقوام متحدہ میں ان ریاستوں کے نمائندوں نے مشترکہ کارروائیوں کا منصوبہ بنانے کے لئے کی تھیں ۔

نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کے اتحاد کے تصورات کو جنم استعماریت مخالف آزادی کی تحریک نے دیا تھا اور وہ ابتدا ہی سے سامراج مخالف نوعیت کے تھے ۔

اس قسم کے اتحاد کی ضرورت خود سامراجی طاقتوں کی پالیسیوں نے پیدا کر دی تھی ۔ ۱۹۵۰ء میں کوریا میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی مداخلت اور ویت نام کے خلاف فرانس کی استعماری جنگ کو جو ۱۹۴۶ء میں شروع ہوئی تھی، ہندوستان، برما، انڈونیشیا اور دوسرے نئے نئے آزاد ہونے والے ملکوں میں آزادی اور خود مختاری میں مداخلت بیجا سمجھا گیا ۔ انہوں نے کوریا اور ہند چین کے ملکوں کی آزادی کی جدوجہد کی کھل کر حمایت کی ۔

بین الاقوامی رشتوں کے میدان میں مکمل آزادی کی پالیسی سابق استعماری اور دوسری سامراجی طاقتوں کے لئے مفید نہیں تھی ۔ انہوں نے ہر ممکن طریقے سے اس کے مزید فروغ کو روکنے اور سابق نوآبادیات اور نیم نوآبادیات پر بین الاقوامی میدان میں اپنا غلبہ برقرار رکھنے کی کوشش کی ۔

چینی انقلاب کی فتح اور چین کی جمہوری جمہوریہ کے قیام کے بعد سامراجیوں نے تیزی کے ساتھ ایشیا میں فوجی بلاک قایم کئے ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۹۴۹ء میں جارحانہ ناٹو بلاک کے قیام کے بعد جس کا رخ سوویت یونین اور دوسرے سوشلسٹ ممالک کی طرف تھا ریاستہائے متحدہ امریکہ کی قیادت میں سامراجی طاقتوں نے سوشلسٹ دنیا کے گرد فوجی بلاکوں کا دائرہ بنانا شروع کیا۔ ۱۹۵۰ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ نے فلپائن میں ایک کانفرنس منعقد کی تاکہ جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا میں ناٹو کی طرح کا ایک فوجی بلاک بنایا جا سکے۔ لیکن یہ کوشش اُس وقت ناکام ہوگئی جب ہندوستان نے نہ صرف اُن سے تعاون کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اس تصور کی سختی کے ساتھ مخالفت کی اور بلاکوں کے باہر رہنے کی اپنی با اصول پالیسی پر اصرار کیا یعنی تمام ریاستوں کے ساتھ چاہے اُن کے سماجی نظام کچھ ہی کیوں نہ ہوں پر امن بقائے باہمی کی پالیسی پر۔

ایشیا اور افریقہ کے عرب ممالک میں سے مغرب نے خصوصی توجہ مصر، سیریا، لبنان، عراق، سعودی عرب، یمن اور جارڈن پر دی۔ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ، برطانیہ، فرانس اور ترکی نے ان ممالک کے سامنے الٹی میٹم کی شکل میں ایک تجویز رکھی جس میں کہا گیا تھا کہ وہ اسرائیل کے ساتھ مل کر مشرق وسطیٰ کی اتحادی مشترکہ دفاع کی کمانڈ قایم کریں جس کی پشت پناہی ناٹو کرے گا اور جس کا صدر دفتر قاہرہ میں ہوگا۔ لیکن عرب ممالک نے مغرب کے منصوبے کو رد کر دیا۔

سامراجی طاقتوں کی بلاک کی پالیسی کے خلاف افریقی۔ ایشیائی ملکوں کی تحریک کی قیادت ہندوستان اور مصر کر رہے تھے اور انہوں نے فوجی ٹولیوں میں انھیں شامل کرنے کی مغرب کی کوششوں کو بار بار رد کیا تھا۔

لیکن بہت سی ایشیائی ریاستیں ریاستہائے متحدہ امریکہ اور دوسری ناٹو طاقتوں کے دباؤ کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ ۱۹۵۲ء میں ترکی ناٹو میں شامل ہوگیا اور فروری ۱۹۵۵ء میں برطانیہ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کی پشت پناہی کے ساتھ اس نے عراق کی سلطنت کے ساتھ فوجی اتحاد کا معاہدہ کر لیا جس کی بنیاد پر مسرق وسطیٰ اور مشرق بعید میں بغداد پیکٹ کیا گیا۔ اس میں ایران اور پاکستان شامل تھے اور برطانیہ اس کی قیادت کر رہا تھا۔ اس سے پہلے ۱۹۴۹ء میں انزام فوجی گروپ بن چکا تھا جس میں آسٹریلیا، نیوزی لینڈ برطانیہ اور ملایا شامل تھے۔ ستمبر ۱۹۵۴ء سے جنوب مشرقی ایشیا معاہدے کی تنظیم (سیاٹو) کام کرنے لگی جس کے ممبر تھے ریاستہائے متحدہ امریکہ، برطانیہ، فرانس، اسٹریلیا، نیوزی لینڈ، فلپاین، تھائی لینڈ اور پاکستان۔

"کمیونسٹ جارحیت" کا مقابلہ کرنے کے بہانے مندرجہ بالا بلاکوں نے ان ایشیائی ممالک کے معاملات میں مداخلت کرنے کا حق حاصل کر لیا جو ان بلاکوں سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر ہند چین، ہندوستان، برما اور انڈونیشیا کو ان کی اجازت کے بغیر سیاٹو کے حلقہ اثر میں من مانے طور سے شامل کر لیا گیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس طرح ایشیا کی ریاستیں دو حصوں میں بٹ گئیں جو بلاکوں سے متعلق تھے اور جو بلاکوں کے باہر تھے۔ اس کی وجہ سے ان کے باہمی تعلقات میں اور زیادہ الجھنیں پیدا ہو گئیں جو پہلے ہی علاقائی جھگڑوں کی بنا پر خراب تھے۔ سامراج مخالف اور استعماریت مخالف اتحاد کا تو ذکر ہی کیا ان کی پرامن بقائے باہمی کے لئے بھی خطرہ پیدا ہو گیا۔ نو استعماری بلاک پالیسی کو ختم کرنے کے لئے ثابت قدمی کے ساتھ عمل کرنا ضروری ہو گیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باڈونگ ۱۹۵۵ء اور
باڈونگ کا جذبہ

۱۹۵۵ء میں افریقی اور ایشیائی قوموں کی بین الاقوامی کانفرنس باڈونگ (انڈونیشیا) میں منعقد ہوئی۔ اس وقت کوریا کی جنگ ختم ہو چکی تھی، ہند چین میں فرانس کی مجرمانہ جنگ بھی ختم ہو چکی تھی لیکن ملایا میں برطانیہ کی استعماری جنگ جاری تھی۔ فرانسیسی استعماریت پسندوں کے خلاف الجیریا کے لوگوں نے مسلح جدوجہد شروع کر دی تھی جو کئی سال تک جاری رہی اور استعماری۔ نسلی حکومتوں کو ختم کرنے کے لئے کئی درجن ایشیائی اور افریقی قومیں سیاسی جدوجہد کر رہی تھیں۔ سرد جنگ شروع ہو چکی تھی جس نے نئی نئی آزاد ہونے والی افریقی اور ایشیائی قوموں کے مفادات کو بھی متاثر کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان حالات میں سب سے زیادہ اہم کام تھا ان اصولوں کی وضاحت کرنا جن کی بنیاد پر ایشیا اور افریقہ کی قوموں کے باہمی تعلقات قایم کئے جائیں اور عالمی میدان میں ان کے امکانی تعاون کے خصوصی مقاصد کی نشاندہی کی جائے۔ اپنی اپنی طرح اس کام کو سرانجام دینے میں ہر ریاست کو دلچسپی تھی۔

اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ انھیں بین الاقوامی رشتوں کے کسی نئے اصولوں کو جنم نہیں دینا تھا۔ باڈونگ کانفرنس میں حصہ لینے والے مندوبین کو بین الاقوامی تجربے سے فائدہ اٹھانا تھا اور ان اصولوں کو قبول کرنا تھا جو الجھی ہوئی بین الاقوامی صورت حال میں افریقہ اور ایشیا کی قوموں کی ترقی میں سہولتیں پیدا کر سکیں۔ مختلف سماجی نظام رکھنے والی ریاستوں کی پر امن بقائے باہمی کا اصول جیسے روسی انقلاب کے بعد لینن نے پیش کیا تھا اور اقوام متحدہ کے چارٹر میں بین الاقوامی تعلقات کے جن اصولوں کو پیش کیا گیا تھا وہ نئے نئے آزاد ہونے والے ملکوں کے لئے سب سے زیادہ اہم اور قابل قبول ثابت ہوئے۔

باڈونگ کانفرنس سے کچھ پہلے یہ اصول ہندوستان اور چین کے باہمی رشتوں کی بنیاد بن چکے تھے جو نئی نئی آزاد ہونے والی سب سے بڑی ایشیائی ریاستیں تھیں اور جنھوں نے سماجی ترقی کے مختلف راستے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اختیار کیئے تھے۔ ۱۹۵۴ء میں شائع ہونے والے ایک مشترکہ بیان کے مطابق ہندوستان اور چین کے باہمی تعلقات کی بنیاد مندرجہ ذیل اصولوں پر قایم تھی۔

۱۔ پرامن بقائے باہمی، ۲۔ علاقائی سالمیت اور اقتدار اعلیٰ کا باہمی احترام، ۳۔ عدم جارحیت، ۴۔ ایک دوسرے داخلی معاملات میں عدم مداخلت اور ۵۔ مساوات اور باہمی مفاد۔ بودھ دھرم کے پانچ بنیادی اصولوں کی طرح نہرو نے ان کو "پنچ شیل" کا نام دیا۔ وہ جلد ہی اس نام سے مشہور ہو گئے اور دنیا کی بہت سے ملکوں نے ان کی حمایت کی۔

بانڈونگ کانفرنس سے کچھ پہلے ۱۹۵۵ء کے اوائل میں ۱۴ ایشیائی ریاستوں کے ترقی پسند عام لوگوں کے نمائندوں کی ایک میٹنگ دہلی میں ہوئی۔ انہوں نے تجویریں منظور کیں جن میں کہا گیا کہ ایشیا کی قومیں جارحانہ سامراجی پالیسی، استعماریت اور نسل پرستی کے خلاف کی جانے والی جدوجہد میں اپنے اتحاد کو تقویت دینے کا مصمم ارادہ رکھتی ہیں۔

آئندہ ہونے والی بانڈونگ کانفرنس کی یہ سیاسی بنیاد تھی۔ کانفرنس میں حصہ لینے کے لئے ایشیا کے ۲۳ اور افریقہ کے ۶ ملکوں کو دعوت دی گئی تھی۔ جن ملکوں نے اس دعوت کو قبول کیا ان میں شامل تھے افغانستان، برما، گھانا، ڈیموکریٹک ریپبلک آف ویٹ نام، مصر، ہندوستان، انڈونیشیا، جارڈن، عراق، ایران، یمن، کمبوڈیا، چین، لاؤس، لائبیریا، لبنان، لیبیا، نیپال، پاکستان، سعودی عرب، سیریا، سوڈان، تھائی لینڈ، ترکی، فلپائن، سری لنکا، اتھوپیا، جنوبی ویٹ نام اور جاپان، گولڈ کوسٹ (گھانا) اور سوڈان نے آزاد ہونے سے پہلے ہی کانفرنس میں حصہ لیا۔ سائپرس اور فلسطینی عربوں کے نمائندوں نے مشاہدین کی حیثیت سے کانفرنس میں شرکت کی۔

بانڈونگ کانفرنس طلب کرنے والی پانچ ایشیائی قوموں یعنی ہندوستان، پاکستان، انڈونیشیا، برما اور سری لنکا کے نمائندوں کی میٹنگ دسمبر ۱۹۵۴ء میں بوگور میں ہوئی تاکہ ان بین الاقوامی مسئلوں پر بحث کی جا سکے جن میں ایشیا اور افریقہ کی قومیں خصوصی دلچسپی رکھتی ہیں اور ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کے درمیان معاشی، سیاسی اور تہذیبی تعاون کو فروغ دینے کا پروگرام بنایا جا سکے۔ بانڈونگ میں جن خاص خاص سوالوں پر بحث کی گئی وہ تھے عالمی امن، افریقی اور ایشیائی ملکوں کی سلامتی، پرامن بقائے باہمی اور اچھے پڑوسیوں کے سے تعلقات اور استعماری اور نسلی حکومتوں کی غلامی سے ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کی مکمل آزادی۔

جب کئی مندوبین ناوابستگی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر چکے تو ایسے اختلافات پیدا ہو گئے جن سے کانفرنس کی ناکامی کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ لیکن ناوابستہ ملکوں اور ان ملکوں کے درمیان سمجھوتا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو گیا جو فوجی بلاکوں سے تعلق رکھتے تھے ۔ یہ سمجھوتا اول الذکر کے موافق تھا۔ کانفرنس کے آخری اعلان میں ایک خصوصی دفعہ شامل تھی یعنی" عالمی امن اور تعاون کے فروغ کے متعلق اعلان" جس میں "پر امن لبقائے باہمی" کے بجائے کہا گیا تھا "قوموں کو رواداری سے کام لینا چاہیئے ۔ اور اچھے پڑوسیوں کی طرح باہمی امن و آشتی کے ساتھ رہنا چاہیئے"۔ مصر کے صدر ناصر کی تجویز پر اعلان میں "بڑی طاقتوں کے خصوصی مفادات کی خاطر اجتماعی دفاع کے انتظامات کو استعمال کرنے سے بچنے" کے متعلق ایک دفعہ کا اضافہ کر دیا گیا۔ یہ دفعہ پوری طرح ناوابستگی کے تصور سے مطابقت رکھتی تھی اور اس کا واضح اشارہ افریقی اور ایشیائی ملکوں کے سامراجی طاقتوں کے ساتھ بسیار قومی فوجی ۔ سیاسی اتحادوں کی طرف تھا اس لئے کہ سوویت یونین کے ساتھ کسی ملک کے ایسے معاہدے نہیں تھے نہ وہ اس قسم کے معاہدے کرنے کا کوئی ارادہ رکھتا تھا۔

امن پسند ناوابستہ ممالک نے کانفرنس کی اصل دستاویز میں ایسے اہم فیصلے شامل کرانے کی کوشش میں کامیابی حاصل کر لی جو ناوابستگی کے تصور سے مطابقت رکھتے تھے۔ ان میں یہ اپیل شامل تھی کہ "تمام فوجوں اور ہتھیاروں کو منضبط، محدود اور کنٹرول کیا جائے اور ان میں تخفیف کی جائے جس میں عام ہلاکت کے ہتھیاروں کو پیدا کرنے، ان کا تجربہ کرنے اور ان کا استعمال کرنے کی ممانعت شامل ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک موثر بین الاقوامی کنٹرول کا قیام عمل میں لایا جائے"۔ ایک بیان میں یہ کہا گیا کہ "استعماریت کا ہر روپ برا ہے جس کو جلد از جلد ختم ہو جانا چاہیئے"۔ ایک بیان میں یہ عہد کیا گیا کہ حق خود ارادیت کے لئے اور آزادی اور خود مختاری کے لئے کی جانے والی جد وجہد میں سبھی قوموں کی پوری پوری حمایت کی جائے گی ۔ اس کے علاوہ "آزادی کے ساتھ اپنے سیاسی اور معاشی نظاموں اور طرز زندگی کا انتخاب کرنے" کے سبھی قوموں کے حق کی پوری پوری حمایت کرنے کا بھی عہد کیا گیا۔

حالانکہ ان فیصلوں میں ان ملکوں کا نام لیا گیا تھا جن کی طرف ان کا روئے سخن تھا لیکن اس وقت دنیا میں پائے جانے والے معروضی حالات کی بنا پر یہ بات واضح تھی کہ ان کا اشارہ سامراجی طاقتوں کی طرف تھا جنھوں نے اسلحہ کی دوڑ شروع کر دی تھی اور قوموں کی قومی اور سماجی آزادی کے راستے میں رکاوٹ ڈال رہی تھیں۔

ایک طویل بحث کے بعد باندونگ کانفرنس میں حصہ لینے والے ملکوں نے بالاتفاق رائے یہ فیصلہ کیا کہ مندرجہ ذیل دس اصولوں کی بنیاد پر ریاستوں کے درمیان دوستانہ تعاون سے امن اور سلامتی کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

۱ ۔ بنیادی انسانی حقوق اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے مقاصد اور اصولوں کا احترام۔

۲ ۔ تمام قوموں کی علاقائی سالمیت اور اقتدار اعلی کا احترام ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

304

۳۔ سب چھوٹی اور بڑی قوموں اور سب نسلوں کی برابری کو تسلیم کرنا۔

۴۔ کسی دوسرے ملک کے داخلی معاملات میں مداخلت سے بچنا۔

۵۔ اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق کسی قوم کے انفرادی یا اجتماعی طور سے اپنی دفاع کرنے کے حق کا احترام۔

۶۔ (الف) کسی بڑی طاقت کے خصوصی مفادات کے اجتماعی دفاع کے انتظامات کے استعمال سے بچنا۔

(ب) دوسرے ملکوں پر دباؤ ڈالنے سے احتراز کرنا۔

۷۔ کسی ملک کی علاقائی سالمیت اور سیاسی آزادی کے جارحانہ اقدام کرنے یا جارحانہ اقدام کی دھمکی دینے سے احتراز کرنا۔

۸۔ تمام بین الاقوامی تنازعوں کو مذاکرات، سمجھوتے، ثالثی یا عدالتی سمجھوتے یا درخواست کنندہ کے چنے ہوئے کسی اور پرامن طریقے سے حل کرنا جو اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق ہو۔

"۹۔ باہمی مفادات اور تعاون کو فروغ دینا۔

"۱۰۔ انصاف اور بین الاقوامی فرائض کا احترام کرنا۔"

چنانچہ ان دس اصولوں میں اقوام متحدہ کے چارٹر کی بنیاد پر پنچ شیل کے اصولوں اور وہ اصول شامل ہیں جن پر بلاکوں میں شامل ممالک اصرار کر رہے تھے۔ ان کے علاوہ وہ اصول بھی شامل ہیں جن کی حمایت ناوابستہ ممالک نے کی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ پرامن بقائے باہمی کا ذکر کئے بغیر ان اصولوں نے اس کی تصدیق کر دی۔ ان کا عام مقصد تھا ایشیا اور افریقہ کے براعظموں کو امن اور تعاون کے خطے بنانا۔

ایشیا اور افریقہ کے ممالک کے باہمی تعلقات کے فروغ کے لئے کانفرنس کے وہ فیصلے بھی بڑی اہمیت رکھتے تھے جو معاشی اور تہذیبی تعاون کے تعلق سے کئے گئے تھے۔ کانفرنس میں شرکت کرنے والوں نے "باہمی مفادات اور قومی اقتدار کے احترام کی بنیاد پر معاشی تعاون کی عام خواہش" کا اظہار کیا اور فیصلہ کیا کہ "جہاں تک ممکن ہو گا ایک دوسرے کی تکنیکی مدد کی جائے گی" اور "پرانے تہذیبی روابط کی تجدید کی جائے گی اور جدید دنیا کے سیاق و سباق میں نئے روابط پیدا کئے جائیں گے۔" کانفرنس نے افریقہ اور ایشیا کی قوموں کی "تہذیبی محکومی کے طور پر" استعماریت اور نسل پرستی کی مذمت کی اور ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کی معاشی اور تہذیبی ترقی کے لئے اجتماعی اقدامات کے خصوصی طریقوں کا تعین کیا۔

حالانکہ کچھ سوالوں پر اختلافات بھی تھے پھر بھی کانفرنس میں جو دستاویزات منظور کی گئیں وہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فی الجملہ مثبت نوعیت کی تھیں ۔ بانڈونگ کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ تھی کانفرنس میں حصہ لینے والے ناوابستہ ممالک کی ان تھک کوششیں جن کا دوسرے ملکوں کے موقفوں اور کانفرنس کے فیصلوں پر بڑا اثر پڑا ۔ بانڈونگ کی کانفرنس نے ناوابستگی کے تصورات کو بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا ۔ ان میں سے کچھ اس کی دستاویزات میں شامل تھے ۔ کانفرنس کے نتائج نے ثابت کر دیا کہ ان اختلاف کو ختم کرنا ممکن ہے جو کبھی کبھی شدید بھی ہوئے ہیں اور اُن ممالک میں پائے جاتے ہیں جہاں مختلف سماجی نظام اور مختلف سیاسی جھکاؤ ہوتے ہیں اور جو سماجی ۔ معاشی ترقی کی مختلف سطحوں پر ہیں ۔ لیکن یہ اُس صورت میں ممکن ہوتا ہے جب امن، قوموں کی آزادی اور خود مختاری، مساوات اور ریاستوں کے باہمی مفید تعاون کی مشترکہ خواہش موجود ہو ۔

افریقی ۔ ایشیائی کانفرنس کی کامیابی کے بعد جو بانڈونگ جذبہ وجود میں آیا اس میں اس کا امکان مضمر ہے ۔

جن ملکوں نے اس میں شرکت کی ان کے لئے اور دنیا کی تمام امن پسند اور آزادی پسند قوموں کے لئے بانڈونگ کانفرنس حقیقی تاریخی اہمیت کی حامل ہے ۔ اس کے بعد دنیا میں جو بین الاقوامی حالات رونما ہوئے ان میں بانڈونگ کے جذبے کے اصولوں نے بڑا کارآمد رول ادا کیا اور آج بھی وہ اہم ہیں ۔ یہ وجہ ہے کہ لوگ پہلی ایشیائی ۔ افریقی کانفرنس میں آج بھی دلچسپی لیتے ہیں اور پوری دنیا میں اس کی سالگرہ منائی جاتی ہے ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

افریقی و ایشیائی یکجہتی سے
ناوابستہ تحریک تک

بانڈونگ کے بعد کے زمانے میں افریقی - ایشیائی اتحاد کو کئی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا کانفرنس میں شرکت کرنے والے ہر ملک کو خود اپنی سیاسی اور معاشی دشواریوں سے نپٹنا تھا اور ان سب کو اس شدید رکاوٹوں کا سامنا کرنا تھا جو سامراجی طاقتیں اور اجارہ داریاں بانڈونگ کے فیصلوں کے عمل درآمد کے راستے میں ڈال رہی تھیں - ان حالات میں فوجی اور سیاسی بلاکوں کے رکن ممالک کے لئے اور اُن ریاستوں کے لئے جو ان ممالک سے منسلک تھیں اور مغرب کے ساتھ مختلف معاہدے کر چکی تھیں افریقی ایشیائی اتحاد کے مفادات کی حمایت کرنا مشکل ہوگیا۔

بانڈونگ کے بعد یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ بلاکوں سے تعلق رکھنے والوں اور تعلق نہ رکھنے والوں کی پالیسیاں مختلف تھیں اور کانفرنس میں حصہ لینے والوں کے راستے پھر علحدہ ہو گئے - ترکی ناٹو کا ممبر تھا، فلپائن، تھائی لینڈ اور پاکستان سیاٹو میں شامل تھے اور عراق بغداد پیکٹ کا رکن تھا حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ یہ بلاک کھل کر ریاستہائے متحدہ امریکہ اور دوسری سامراجی طاقتوں کے مقاصد پورے کر رہے تھے جو بانڈونگ کے اصولوں کی کھلی ہوئی خلاف ورزی تھی - اپنی پالیسیوں میں جاپان اور کئی دوسرے ملک ریاستہائے متحدہ امریکہ کی پیروی کر رہے تھے - بانڈونگ کانفرنس کے صرف چھ مہینے بعد اکتوبر ۱۹۵۵ء میں عراق اور پاکستان بغداد پیکٹ کے رکن بن گئے جس کو مشرق وسطیٰ کی دفاعی تنظیم کا نام دیا گیا تھا (ایم ای ڈی اُو)۔ پاکستان جو سیاٹو اور ایم ای ڈی اُو دونوں کا رکن تھا سوویت یونین قومی آزادی اور افریقی - ایشیائی اتحاد کے مخالف ان دونوں بلاکوں کے درمیان ایک جوڑنے والی کڑی بن گیا۔

لیکن ہندوستان، مصر اور دوسرے ملک جو بانڈونگ کانفرنس میں شرکت کر چکے تھے ناوابستگی اور عالمی سیاست میں آزادی کے راستے پر چلتے رہے - اس کے علاوہ ناوابستہ ممالک کی تعداد برابر بڑھتی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رہی یوگوسلادیہ، جس نے پہلے بھی ناوابستگی کے تصور اور پالیسی میں دلچسپی کا اظہار کیا تھا، بانڈونگ کے بعد ایشیا اور افریقہ کے ناوابستہ ممالک کے قریب تر آگیا۔ ۱۹۵۶ء میں جوزپ بروز ٹیٹو، جواہرلال نہرو اور جمال عبدالناصر کی میٹنگ یوگوسلادیہ کے بریجونی جزائر میں ہوئی اور انہوں نے بین الاقوامی زندگی میں ایک سیاسی رجحان کے طور پر ناوابستگی کی تحریک کو مزید ترقی دینے کے طریقوں پر غور کیا۔ یہ ایسا رجحان تھا جس میں محض افریقی اور ایشیائی ممالک ہی شامل نہیں تھے۔

لیکن سامراج مخالف افریقی۔ ایشیائی اتحاد کا تصور زندہ رہا۔ بانڈونگ میں جو بیج بویا گیا تھا اس میں جلد ہی کلّے پھوٹنے لگے اور ناوابستگی کی تحریک اور افریقی۔ ایشیائی اتحاد متوازی خطوط پر ترقی کرنے لگے اور بین الاقوامی رشتوں میں دو نئے رجحانات بن گئے۔ وہ ایک دوسرے کی تکمیل کرنے لگے۔ ناوابستگی کی تحریک ریاستی اور حکومتی سطح پر پھلنے پھولنے لگی اور افریقی۔ ایشیائی اتحاد کی تحریک زیادہ تر عوامی اور قومی آزادی کی تنظیموں کی سطح پر فروغ پانے لگی۔

۱۹۵۶ء میں مصر کے خلاف برطانیہ، اسرائیل اور فرانس کی مشترکہ جارحیت کے بعد، جو ایک افریقی ملک بھی ہے اور ایشیائی بھی، آزادی اور سماجی ترقی کے لئے کی جانے والی جدوجہد میں ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کے لوگوں میں تعاون اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کی ضرورت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی۔ اس کا بیڑا ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کی ان ترقی پسند سماجی طاقتوں نے اٹھایا جن کی قیادت جواہرلال نہرو، جمال عبدالناصر اور کوامے نکرومہ جیسی عظیم سیاسی شخصیتیں کر رہی تھیں۔

۱۹۵۶ء کے اواخر میں ایشیائی ممالک کی کئی قومی اتحاد کی کمیٹیوں کے نمائندوں کی میٹنگ دہلی میں ہوئی جو اس ایشیائی کانفرنس کے فیصلوں کے مطابق قائم کی گئی تھیں جو بانڈونگ سے کچھ پہلے دہلی میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میٹنگ میں فیصلہ کیا گیا کہ برطانیہ، فرانس اور اسرائیل کی جارحیت کے خلاف جدوجہد کرنے والے بہادر مصری لوگوں کے ساتھ اتحاد کے لئے قاہرہ ایک مشن بھیجا جائے۔ اس مشن نے تجویز پیش کی کہ ایشیا اور افریقہ کی قوموں کے اتحاد کی پہلی کانفرنس قاہرہ میں منعقد کی جائے۔ مصر کی حکومت نے بڑے جوش کے ساتھ اس تجویز کی حمایت کی۔ افریقہ کے پورے براعظم کی استعماریت مخالف اور سامراج مخالف قوتوں نے بھی اس تجویز کا استقبال کیا۔

ایک سال بعد دسمبر ۱۹۵۷ء کے آخر میں قاہرہ میں کانفرنس ہوئی جس میں ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کی سامراج مخالف طاقتوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس نے افریقی۔ ایشیائی قوموں کے اتحاد کی تنظیم قائم کی (اے اے پی ایس او) اور سامراج، استعماریت اور نسل پرستی کے خلاف مذمت کی تجاویز منظور کیں۔ اے اے پی ایس او کو ہدایت کی گئی کہ محکوم قوموں اور سامراج کے دوسرے شکاروں کی موثر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انداز سے امداد کرے جس میں مادی امداد بھی شامل تھی ۔ اس کے بعد اے اے پی الیس اُو نے ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ملکوں میں قومی آزادی کی جدوجہد اور سامراجی مداخلتوں اور جارحیتوں کے خلاف کی جانے والی جدوجہد کو کامیاب بنانے میں اہم رول ادا کیا ۔ اے اے پی الیس اُو بہت سی قومی آزادی کی تحریکوں کے لئے ایک بین الاقوامی فورم بن گئی اور اس طرح ان تحریکوں کو اس نے بین الاقوامی سطح پر تسلیم کروادیا ۔

افریقی ۔ ایشیائی اتحاد کی مخالفت کرنے کی وجہ سے یہ ناگزیر ہوگیا کہ سامراجیوں کا نہ صرف ان سماجی قوتوں سے ٹکراؤ ہو جو اے اے پی الیس اُو میں متحد ہوگئی تھیں بلکہ اقوام متحدہ میں افریقی ۔ ایشیائی ملکوں کے گروپ سے بھی ہو ۔ خصوصیت کے ساتھ یہ اس وقت ہوا جب مصر کے بعد نئی نئی آزاد ہونے والی لبنان اور جارڈن کی ریاستوں میں سامراجیوں نے مداخلت کی ۔ اس دفعہ مداخلت ریاستہائے متحدہ امریکہ اور برطانیہ کی تھی ۔

قوموں کی آزادی کے تاریخی عمل میں اگرچہ سامراج نے رکاوٹ ڈالی پھر بھی جولائی ۱۹۵۸ء میں عراق میں انقلاب ہوا جس نے مغرب کے حامی بادشاہ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور نئی جمہوریہ نے ناوابستگی کا راستہ اختیار کیا اور بغداد پیکٹ سے علیحدہ ہوگئی ۔ ایشیا میں مغرب کی بلاکوں کی پالیسی پر یہ کاری ضرب تھی ۔ ٹوٹے پھوٹے بلاک کو بچانے کی کوشش میں اس کے منتظمین نے (۱۹۵۷ء سے بلاک کی فوجی کمیٹی میں ریاستہائے متحدہ امریکہ بھی شامل تھا) جلد ہی بلاک کا صدر دفتر انقرہ (ترکی) کو منتقل کر دیا اور اس کا نام بدل کر مرکزی معاہدے کی تنظیم (سینٹو) کر دیا گیا ۔ لیکن بلاکوں کے تصور کی بیخ کنی ہو چکی تھی ۔

مجموعی اعتبار سے کئی معاشی ، سیاسی اور دوسری معروضی وجوہ کی بنا پر ناوابستہ ممالک کے لئے ضروری ہوگیا کہ مشترکہ کوششیں کریں اور بین الاقوامی میدان میں کی جانے والی اپنی کارروائیوں میں تال میل پیدا کریں ۔ استعماری نظام کو پوری طرح ختم کرنے کے لئے ، نو استعماریت کے خلاف دفاع کرنے کے لئے ، ہر ناوابستہ ریاست کی بین الاقوامی حیثیت کو مضبوط بنانے کے لئے ، عالمی میدان میں برابری کا درجہ حاصل کرنے کے لئے اور امن وسلامتی کے لئے یہ ناگزیر تھا جو تیزی کے ساتھ ترقی کرنے کے لئے ضروری تھیں ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناوابستہ تحریک کیا ہے؟
۱۹۶۱ء میں بلگراڈ میں جواب

چھٹی دہائی کے وسط ہی میں ناوابستہ ملکوں میں اتحاد پیدا کرنے کی خاطر پہلے قدم اٹھائے گئے تھے۔ کئی ناوابستہ ممالک کے لیڈروں نے میٹنگیں کرنا شروع کر دی تھیں حالانکہ وہ باقاعدگی سے نہیں کی جاتی تھیں۔ ۱۹۵۸ء اور ۱۹۶۰ء میں افریقہ کے ناوابستہ ممالک کی چوٹی کی کانفرنسیں ہوئیں۔ ۱۹۶۰ء تک ناوابستہ ممالک کی تعداد تقریباً ۲۰ ہو چکی تھی جس کی وجہ سے وسیع تر نوعیت کی کانفرنسیں کرنے کے لئے میدان تیار ہو گیا تھا۔ ستمبر ۱۹۶۰ء میں نہرو، ناصر، ٹیٹو، سوکارنو اور نکرومانے، جو نیویارک میں اقوام متحدہ کی جنرل کونسل کے اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے وہاں گئے تھے، یہ فیصلہ کیا کہ ایشیا، افریقہ، لاطینی امریکہ اور یورپ کے تمام ناوابستہ ممالک کی ایک کانفرنس کی جائے۔

اس کانفرنس کے انعقاد سے پہلے ایک سال تک اس کی تیاری کی گئی۔ اپریل ۱۹۶۱ء میں مصر، یوگوسلاویہ اور انڈونیشیا کے صدروں نے ۲۱ ناوابستہ ملکوں کی حکومتوں اور ریاستوں کے سربراہوں کے نام کانفرنس منعقد کرنے کی مشترکہ تجویز پیش کی۔ ۱۸ مئی ۱۹۶۱ء کو ایک سرکاری دعوت نامہ ان ریاستوں کو بھیجا گیا جس پر ناصر، ٹیٹو اور سوکارنو کے دستخط تھے اور بعد میں نہرو نے بھی دستخط کر دئے تھے۔ اس دعوت نامے میں کہا گیا تھا کہ وہ اس تیاری کمیٹی میں حصہ لیں جو قاہرہ میں ہونے والی تھی۔ اس کے بعد قاہرہ کی میٹنگ میں کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز افغانستان کے نمائندے نے پیش کی۔ چنانچہ وہ میٹنگ اور اس کے بعد ہونے والی بلگریڈ کانفرنس مصر، یوگوسلاویہ، ہندوستان، انڈونیشیا اور افغانستان کی کوششوں سے ہوئی تھیں۔

تیاری کمیٹی میں حصہ لینے کے لئے جو دعوت نامے بھیجے گئے تھے انہیں برازیل کے علاوہ سبھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملکوں نے منظور کر لیا۔ برازیل نے کہا کہ وہ شاہد کی حیثیت سے کانفرنس میں شرکت کرے گا۔ ایشیا، افریقہ، لاطینی امریکہ اور یورپ کے ۲۱ ناوابستہ ملکوں کے نمائندوں کی قاہرہ میں کانفرنس ۵ رجون سے ۱۲ رجون ۱۹۶۱ء تک ہوئی۔ اس میں بالاتفاق رائے یہ فیصلہ کیا گیا کہ ناوابستہ ملکوں کی ریاستوں اور حکومتوں کے سربراہوں کی ایک میٹنگ اس سال ستمبر میں یعنی اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ۱۶ ویں اجلاس سے پہلے کی جائے گی تاکہ اس اجلاس میں ان کے موقفوں میں تال میل پیدا کیا جا سکے۔ یہ کانفرنس یوگوسلادیہ میں ہونے والی تھی۔

اس میٹنگ میں حصہ لینے والے مندوبین نے آئندہ ہونے والی چوٹی کی کانفرنس کا ایجنڈا تیار کیا اور پہلی مرتبہ ان ملکوں کا انتخاب کرنے کا اصول بنایا جنھیں ناوابستہ کانفرنس کا دعوت نامہ بھیجا جانے والا تھا۔ اصول طے کرنے کے فیصلے میں، جو ناوابستہ تحریک کی آئندہ ترقی میں بڑی اہمیت کا حامل ثابت ہوا، صاف صاف لفظوں میں کہا گیا تھا کہ "ان ملکوں کو دعوت نامے بھیجنے میں احتیاط برتی جانی چاہئے جو برائے نام ناوابستہ ہیں"۔

ناوابستہ پالیسی کی وضاحت کیسے کی جانی چاہئے اور کن ملکوں کو ناوابستہ سمجھا جانا چاہئے؟ ناوابستہ پالیسی کی وضاحت کرنے کے لئے قاہرہ کی میٹنگ نے مندرجہ ذیل اصول بنایا۔

۱۔ وہ ملک آزاد پالیسی رکھتا ہو جس کی بنیاد قائم ہو مختلف سیاسی اور سماجی نظام رکھنے والی ریاستوں کے لبقائے باہمی اور ناوابستگی پر یا اس قسم کی پالیسی کے حق میں اس کا رجحان ہو۔

۲۔ متعلقہ ملک قومی آزادی کی تحریکات کی مسلسل حمایت کرتا رہا ہو۔

۳۔ وہ ملک ان بیا رقومی فوجی اتحادوں کا ممبر نہ ہو جو بڑی طاقتوں کی نزاع کے مفاد میں کئے گئے ہیں۔

۴۔ اگر کسی ملک کا ایک بڑی طاقت کے ساتھ دو فریقی فوجی معاہدہ ہے یا وہ کسی علاقائی دفاعی پیکٹ کا ممبر ہے تو وہ معاہدہ یا پیکٹ ایسا نہیں ہونا چاہئے جو بڑی طاقتوں کی نزاع کے سیاق و سباق میں بالقصد کیا گیا ہو۔

۵۔ اگر اس نے کسی بدلیسی طاقت کو فوجی اڈے بنانے کی اجازت دی ہے تو یہ اجازت بڑی طاقتوں کی نزاع کے سیاق و سباق میں نہ دی گئی ہو"۔

بعد میں ان اصولوں کو ناوابستہ تحریک کی رکنیت کے اصول کہا جانے لگا۔ کبھی کبھی انھیں ناوابستہ پالیسی اور ناوابستہ تحریک کے اصول بھی کہا جاتا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

پچیس ناوابستہ ممالک کی ریاستوں اور حکومتوں کے سربراہوں نے پہلی کانفرنس میں شرکت کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ تھے الجیریا، افغانستان، برما، گھانا، گنی، ہندوستان، انڈونیشیا، عراق، یمن، کمبوڈیا، سائپرس، کانگو، کیوبا، لبنان، مالی، مراقش، نیپال، متحدہ عرب جمہوریہ، سعودی عرب، صمالیہ، سوڈان، تیونس، سری لنکا، ایتھوپیا اور یوگوسلاویہ۔ الجیریا میں چونکہ آزادی کی لڑائی جاری تھی اس لئے اس کی نمائندگی عارضی حکومت نے کی تھی۔ بولیویا، برازیل اور اکوڈور نے مشاہدین کی حیثیت سے کانفرنس میں شرکت کی تھی۔

یہ کانفرنس یکم ستمبر تا ۶ ستمبر ۱۹۶۱ء بلگراڈ میں ہوئی تھی۔ سوویت یونین کی مجلس وزراء کے صدر نے کانفرنس کے صدر کے نام ایک پیغام بھیجا تھا جس میں دنیا میں امن برقرار رکھنے کے کام میں کانفرنس کی کامیابی کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا گیا تھا۔ اس پیغام میں کہا گیا تھا کہ "سوویت یونین کی حکومت اور عام لوگ ان تمام اقدامات کا استقبال کرتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں جن کا مقصد ہے جنگ کی قوتوں کو کمزور بنانا" اس کے برعکس مغربی ممالک نے کانفرنس کے تعلق سے محتاط رویہ اختیار کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ کانفرنس میں جو کچھ ہوا اس نے ظاہر کر دیا کہ سامراجیوں کے خطرات بجا تھے۔

اہم بات یہ ہے کہ ۱۹۵۵ء میں جن ۲۹ ملکوں نے بانڈونگ کانفرنس میں شرکت کی تھی ان میں سے صرف ۱۵-۱۹۶۱ء کی بلگراڈ کانفرنس کے ناوابستہ اصولوں پر پورے اتر سکے۔ وہ تھے افغانستان، برما، ہندوستان، انڈونیشیا، کمبوڈیا، مصر، ایتھوپیا، گھانا، عراق، لبنان، نیپال، سعودی عرب، سوڈان، سیریا اور سری لنکا۔ بانڈونگ کانفرنس میں شرکت کرنے والے بقیہ ممالک ناوابستگی کے اصول پر پورے نہیں اتر سکے اور انہیں دعوت نامہ نہیں بھیجا گیا۔ حالانکہ بلگراڈ کانفرنس کو سماجی نظام، معاشی ترقی کی سطح یا حصہ لینے والے ملکوں کی سیاسی حکومتوں کے اعتبار سے ہم آہنگ نہیں کہا جا سکتا تھا پھر بھی ناوابستہ پالیسی پر عمل اتحاد کی وجہ بن گیا۔ بانڈونگ کے مقابلے میں بلگراڈ میں اختلافات بہت کم تھے اور وہاں جو فیصلے کئے گئے وہ واضح طور سے سامراج مخالف اور استعماریت مخالف نوعیت کے تھے۔

کانفرنس میں بین الاقوامی حالات پر بحث کی گئی اور اعلان میں کہا گیا کہ عالمی جنگ شروع ہو جانے کا بڑا خطرہ ہے لیکن اس نے اس دعوے کو رد کر دیا کہ جنگ ناگزیر ہے۔ وہ اس اہم نتیجے پر پہنچی کہ "سرد جنگ" اور عام نیوکلیائی تباہی کے امکان سے بچنے کا واحد راستہ ہے پرامن بقائے باہمی کا اصول" اور یہ کہ "دنیا سے جھگڑے کی وجہ کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ استعماریت کے ہر روپ کو ختم کیا جائے اور دنیا میں پرامن بقائے باہمی کی پالیسی کو تسلیم کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے" اس میں مزید کہا گیا کہ پائدار امن اس وقت قائم کیا جا سکتا ہے جب استعماریت، سامراج اور نو استعماریت کو پوری طرح ختم کر دیا جائے۔

اس طرح بلگراڈ کانفرنس کی پہلی دستاویز نے ناوابستہ پالیسی کی سامراج مخالف اور استعماریت مخالف نوعیت کا اعلان کر دیا۔ بعد میں کچھ لوگ کہیں گے کہ ناوابستہ تحریک ابتدا میں "برابر کی دوری" رکھنے کی تحریک تھی لیکن کانفرنس کی دستاویزات اس دعوے کی تردید کرتی ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مثال کے طور پر اعلان میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ "محکوم قوموں کے خلاف مسلح کارروائی اور ظالمانہ اقدامات فوراً ختم کئے جائیں"۔ ظاہر ہے کہ یہ بات استعماری طاقتوں اور دوسری سامراجی ریاستوں سے کہی گئی تھی۔ اس اعلان میں الجیریا اور انگولا کے لوگوں کی جدوجہد کی، جو وہ آزادی اور خودمختاری حاصل کرنے کے لئے کر رہے تھے، واضح لفظوں میں حمایت کی گئی تھی اور تیونس کے لوگوں کی اس جدوجہد کی بھی حمایت کی گئی تھی جو وہ اپنے ملک سے فرانسیسی فوجوں کے انخلا کے لئے کر رہے تھے۔ اس نے کانگو پر بدیسی حملے، مشرق وسطیٰ کی سامراجی پالیسی اور جنوبی افریقہ کی نسلی امتیاز کی پالیسی کی بھی مذمت کی تھی۔ کانفرنس میں اس پر زور دیا گیا تھا کہ تمام امن پسند ملکوں کو، اور خصوصیت کے ساتھ ان کو جو اقوام متحدہ کے رکن ہیں، انگولا کے لوگوں کی مدد کرنا چاہئے تاکہ وہ بغیر تاخیر اپنی آزاد اور خودمختار ریاست کا قیام عمل میں لا سکیں۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اس اپیل کو ہمدردی کے ساتھ سامراجی طاقتوں کے بجائے انہوں نے سنا ہوگا جن سے خطاب کیا گیا تھا اور سب سے زیادہ سوویت یونین اور دوسرے سوشلسٹ ممالک ہے۔

اس اعلان کے کئی ایسے ٹکڑوں کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا جو سامراج مخالف نوعیت کے ہیں۔ مثال کے طور پر اس میں کہا گیا ہے کہ کیوبا اور کسی دوسری قوم کے اس حق کا احترام کیا جانا چاہئے کہ وہ اپنے حالات، ضروریات اور امکانات کے مطابق کسی بھی سیاسی اور سماجی نظام کا آزادی کے ساتھ انتخاب کر سکے۔ اعلان میں کہا گیا ہے۔

"کانفرنس میں حصہ لینے والے ملکوں کا خیال ہے کہ دوسرے ملکوں کے علاقوں میں بدیسی فوجی اڈے قائم کرنا یا انہیں باقی رکھنا، خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ وہ اس ملک کی رضامندی کے بغیر وہاں رکھے جائیں، ان ریاستوں کے اقتدار اعلیٰ کی خلاف ورزی ہے۔ جو ملک اس قسم کے اڈوں کو اپنے علاقوں سے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کی پوری حمایت کانفرنس کرتی ہے۔" واقعہ یہ ہے سامراجی طاقتیں اور سب سے زیادہ ریاستہائے متحدہ امریکہ وہ طاقتیں ہیں جو سماجی اور سیاسی نظاموں کے آزادی کے ساتھ انتخاب کرنے کے راستے میں نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کے لئے ہر امکانی رکاوٹیں ڈال رہے ہیں اور ان ریاستوں کے علاقوں میں اپنے فوجی اڈے قائم کر رہے ہیں جیسا کہ اعلان میں کہا گیا ہے کیوبا میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے اڈے "اس ملک کے سالمیت اور اقتدار اعلیٰ پر مضر اثر ڈالتے ہیں۔"

اعلان میں کہا گیا ہے کہ "استعماریت اور سامراج سے وراثت میں جو معاشی نابرابری ملی ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے" اور یہ کہ تمام قوموں کو اس کا حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ آزادی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ساتھ "اپنی قدرتی دولت اور وسائل کو استعمال کرسکیں"۔ ظاہر ہے کہ ان بیانات میں استعماریوں اور دوسری سامراجی طاقتوں اور اجارہ داریوں کو مخاطب کیا گیا ہے جو نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کی قدرتی دولت کو برابر لوٹ رہی ہیں۔

بلگراڈ کانفرنس میں شرکت کرنے والے ملکوں نے تمام ترقی پذیر ممالک کے درمیان تجارتی اور معاشی تعاون کے حق میں آواز اٹھائی تاکہ بیرونی سیاسی اور معاشی دباؤ کا مقابلہ کیا جاسکے۔ انہوں نے تمام متعلقہ ممالک کو دعوت دی کہ وہ جلد از جلد ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کرنے پر غور کریں جس میں مشترکہ مسائل پر تبادلہ خیال کیا جاسکے اور ان نقصانات کو پورا کرنے کے طریقوں پر اتفاق رائے کیا جاسکے جو ان کی ترقی میں مانع آرہے ہیں اور معاشی اور سماجی ترقی کے لئے موثر اقدامات کرنے کے تعلق سے گفتگو کی جاسکے۔ ناوابستہ ممالک کی اس کوشش نے بین الاقوامی معاشی رشتوں کی تشکیل نو کے متعلق مزید اقدامات کرنے کے میدان میں اہم رول ادا کیا۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے اس دعوت کے جواب میں ترقی پذیر ممالک نے ۱۹۶۲ء میں قاہرہ میں ایک بین الاقوامی معاشی کانفرنس منعقد کی اور اس کے بعد ۷۷ کے گروپ کا قیام عمل میں آیا۔

مجموعی اعتبار سے بلگراڈ کانفرنس میں سب سے زیادہ زور امن، آزادی اور قوموں کے درمیان منصفانہ تعاون کے لئے جدوجہد پر دیا گیا۔ سرد جنگ کے حالات میں دنیا کے میدان میں ناوابستہ ممالک کے رول اور حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے کانفرنس میں شرکت کرنے والوں نے کہا کہ عالمی امن کی حفاظت کا ایک اہم سبب ہے ناوابستہ ممالک کا وجود اور امن کے لئے ان کی کوششیں۔ اعلان میں بڑے یقین کے ساتھ کہا گیا کہ دنیا کو بلاکوں میں باٹنے کی پالیسی اور سرد جنگ کی پالیسوں میں شدت پیدا کرنے سے بچنے کا واحد طریقہ ہے ناوابستہ حلقے کی مزید توسیع۔ اس میں یہ بھی کہا گیا کہ "کانفرنس میں شریک ہونے والے ناوابستہ ملک کوئی نیا بلاک نہیں بنانا چاہتے ہیں اور بلاک نہیں بن سکتے ہیں"۔

اپنے اتحاد کی سیاسی قوت سے واقف ہونے کے باوجود بلگراڈ کانفرنس میں شرکت کرنے والے ناوابستہ ممالک کو اپنی طاقت کے متعلق غلط فہمی نہیں تھی۔ چنانچہ نہرو نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ "حالات کی کلید اس کانفرنس کے ہاتھ میں نہیں ہے" اور یہ کہ ناوابستہ ممالک کو اپنی اہمیت کے متعلق کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنی حقیقی اور امکانی قوت کے ساتھ اپنی کمزوری پر بھی نظر رکھنی چاہئے۔ بلگراڈ اعلان میں کہا گیا تھا کہ "دنیا میں امن اور استحکام کا انحصار بڑی حد تک بڑی طاقتوں کے باہمی رشتوں پر ہے"۔ "آج کی ان دو سب سے زیادہ طاقتور قوموں کے نمائندوں کے طور پر جن کے ہاتھوں میں امن اور جنگ کی کلیدیں ہیں" ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر اور سوویت یونین کی مجلس وزراء کے صدر کے نام پیغاموں میں نہرو، ناصر اور ناوابستہ ممالک کے دوسرے رہنماؤں نے سوویت یونین اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ریاستہائے متحدہ امریکہ سے کہا کہ وہ مذاکرات شروع کریں اور عالمی جنگ کے خطرے کو دور کریں۔

پیغامات بھیجنے کی جو تجویز کانفرنس میں منظور کی گئی تھی اس میں کہا گیا تھا کہ اگرچہ جنگ اور امن کے متعلق فیصلہ کرنے کا انحصار ان دو بڑی طاقتوں پر ہے لیکن جنگ کے نتائج کا سامنا پوری دنیا کو کرنا ہوگا۔ اس کے بعد کانفرنس نے اعلان کیا کہ بڑی طاقتوں کو مکمل اور عام ترک اسلحہ کے معاہدے پر بلا تاخیر دستخط کرنے چاہیئے، یہ کہ نیوکلیائی اور تھرمونیوکلیائی آزمائشوں کی ممانعت کے تعلق سے ایک معاہدہ کیا جانا چاہیئے اور یہ کہ بیرونی خلا کو محض پر امن مقاصد کے لئے استعمال کیا جانا چاہیئے۔ بلگراڈ کانفرنس کے اعلان میں تجویز پیش کی گئی کہ یا تو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا ترک اسلحہ کے متعلق ایک خصوصی اجلاس طلب کیا جائے یا ترک اسلحہ کے متعلق ایک عالمی کانفرنس کی جائے جس میں ناوابستہ ممالک کو بھی شریک کیا جائے۔

دس دن بعد سوویت یونین کی حکومت نے ناوابستہ ممالک کے پیغام کا تحریری جواب دیا۔ اس میں کہا گیا تھا کہ سوویت یونین کے خیالات بڑی حد تک ان خیالات اور فیصلوں سے مطابقت رکھتے ہیں جو بلگراڈ کانفرنس میں شرکت کرنے والوں نے ظاہر کئے ہیں۔ جواب میں اس پر زور دیا گیا تھا "سوویت یونین یہ نہیں چاہتا ہے کہ مغربی طاقتوں کے ساتھ فوجی رقابت کا راستہ اختیار کرے۔ یہ ہماری پالیسی نہیں ہے، یہ ہمارا راستہ نہیں ہے اور جب تک ہمیں مجبور نہ کر دیا جائے ہم اس راستے پر چلنا پسند نہیں کریں گے۔ ہماری سب سے بڑی خواہش ہے کہ تمام ریاستوں کے ساتھ دوستانہ ماحول میں زندہ رہیں، ایسے پر امن حالات میں زندہ رہیں جن میں اسلحہ نہ ہوں اور ایک ایسی دنیا میں زندہ رہیں جس میں جنگ نہ ہو۔" امن پسند ناوابستہ ممالک نے سوویت یونین اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے درمیان چوٹی کے مذاکرات کا جو مطالبہ کیا تھا اس کے جواب میں سوویت یونین کی حکومت نے کہا "بقائے امن کے لئے ہم ہر وقت، ہر مقام پر اور ہر سطح پر گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

بلگراڈ کانفرنس کے بعد نمودار ہونے والے بین الاقوامی حالات نے ظاہر کر دیا کہ عالمی صورت حال کے متعلق اس کا خیال صحیح تھا اور یہ کہ سامراجی طاقتوں سے جو مطالبات کئے گئے تھے وہ حقیقت پر مبنی تھے۔ ناوابستہ ممالک کے اتحاد اور ان کی مشترکہ کارروائیوں کی بنا پر اس زمانے میں کئی بین الاقوامی مسائل کو کامیابی کے ساتھ حل کیا جا سکا۔ کئی اور ملکوں میں استعماری حکومتیں ختم ہوگئیں، ہندوستان نے گوا، دمن اور دیو کو پرتگالی حکومت سے آزاد کرایا، الجیریا کے لوگوں نے فرانسیسی استعماریت کے خلاف جنگ جیت لی، کیوبا کے انقلاب نے امریکی سامراج کا مقابلہ کیا، کئی نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں سے سامراجی طاقتوں کی فوجیں واپس بلالی گئیں اور ان کے فوجی اڈے توڑ دئے گئے اور ناوابستہ ممالک نے چین اور ہندوستان کی سرحدی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جھگڑے کو پر امن طریقے سے حل کرنے میں مدد دی۔ بلگراڈ کانفرنس نے جو تجاویز پیش کی تھیں اور جو سوویت یونین کی امن کی کوششوں سے مطابقت رکھتی تھیں اور جن کی حمایت پوری سوشلسٹ برادری نے کی تھی ان کا کم از کم جزوی عمل درآمد کیا جا سکا۔ کچھ تجاویز آج بھی اہم ہیں اور ان کو عمل میں لانے کی کوششیں جاری ہیں۔

بلگراڈ کانفرنس کو عصری بین الاقوامی رشتوں کی تاریخ میں ایک اہم واقعہ تصور کیا جانا چاہئے۔ اس نے عالمی میدان میں ریاستوں کے ایک نئے اور آزاد سیاسی گروپ کو جنم دیا جو اہم ترین مسائل کے حل میں قوتوں کے توازن اور صف بندی کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا اور جس نے عالمی اجتماعی سیاست میں ناوابستہ ممالک کو اونچی سطح تک پہنچا دیا یعنی بین الاقوامی چوٹی کانفرنسوں کی سطح تک۔ اس نے نہ صرف بین الاقوامی رشتوں میں ایک تاریخی عمل کے طور پر ناوابستہ تحریک کی مزید ترقی کے لئے راستہ ہموار کر دیا بلکہ بین الاقوامی رشتوں کی تشکیل میں انہیں ناوابستہ ممالک کی برادری اور ایک ادارہ بنا دیا۔ ۱۹۸۱ء میں ناوابستہ ممالک نے فیصلہ کیا کہ یکم ستمبر کو، جس دن بلگراڈ کانفرنس کا افتتاح ہوا تھا، ناوابستہ تحریک کے یوم کی حیثیت سے منایا جائے۔

بلگراڈ کانفرنس کی اہمیت کا جائزہ لیتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ آج جو یہ خیال پایا جاتا ہے کہ بلگراڈ کانفرنس نے ناوابستہ تحریک کی بنیاد ڈالی وہ صحیح نہیں ہے۔ آج ایسا معلوم ہو سکتا ہے لیکن ۱۹۶۱ء میں کانفرنس میں شرکت کرنے والوں نے یا کسی اور نے اس طرح نہیں سوچا تھا۔ اس وقت اس کانفرنس کو واضح کانفرنس نہیں سمجھا گیا تھا اور اس کو "پہلی" کانفرنس بعد میں کہا گیا۔ کانفرنس کے بانیوں نے اپریل اور مئی (۱۹۶۱ء) میں ناوابستہ ممالک سے جو اپیل کی تھی اس میں کانفرنس منعقد کرنے کی دعوت دی گئی تھی نہ کہ ان ملکوں کی انجمن بنانے کی۔ ان اپیلوں میں "ناوابستہ تحریک" کا نام نہیں لیا گیا تھا۔ قاہرہ کی تیاری کمیٹی اور بلگراڈ کانفرنس کے اعلانوں میں بھی اس کا ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ کانفرنس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس میں شرکت کرنے والوں نے صرف اتنا کہا تھا کہ اس نے بین الاقوامی مسائل پر تبادلہ خیال کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔

مارچ ۱۹۶۴ء میں ٹیٹو، ناصر اور بندرانائکے کی مشترکہ کوششوں کی بنا پر ۲۳ ناوابستہ ممالک کے نمائندوں کی میٹنگ کولمبو (سری لنکا) میں ہوئی تا کہ ایک اور کانفرنس کی تیاری کی جا سکے۔ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ ناوابستہ ممالک کی اگلی چوٹی کی کانفرنس اسی سال کے اکتوبر میں قاہرہ میں کی جائے۔ اس کانفرنس کی دستاویزات میں اس کو "دوسری" چوٹی کی کانفرنس کہا گیا چونکہ بلگراڈ کی کانفرنس پہلی تھی۔ پھر بھی ان میں "ناوابستہ تحریک" کا ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ دونوں کانفرنسوں کی درمیانی مدت میں ناوابستہ ممالک میں تال میل پیدا کرنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

والے کوئی ادارے موجود نہیں تھے اور اگلی کانفرنسوں کی تاریخوں اور جائے وقوع کا تعین پہلے سے نہیں کیا جاتا تھا۔

عالمی میدان میں ناوابستہ ممالک کی مشترکہ کارروائیوں کی تنظیم کرنے والے مستقل ادارے کی عدم موجودگی کو سب نے محسوس کیا۔ قاہرہ کانفرنس کے بعد تعطل چھا گیا اور چھ سال تک ناوابستہ ممالک کی کوئی چھوٹی کانفرنس منعقد نہیں کی جا سکی۔ الجیریا میں ۱۹۶۵ء میں "دوسری بانڈونگ" یعنی افریقی-ایشیائی کانفرنس منعقد کرنے کی کوششیں بھی کامیاب نہ ہو سکیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناوابستہ تحریک کا استحکام

اس دوران کئی اور ملک استعماریت کی غلامی سے آزاد ہو چکے تھے اور ناوابستہ پالیسی پر عمل کر رہے تھے۔ اس نے ناوابستگی کی جغرافیائی حدود کو بہت بڑھا دیا۔ تقریب قریب پورا افریقہ ناوابستہ براعظم بن گیا۔ ۱۹۶۳ء میں دنیا کی پہلی براعظم گیر ناوابستہ ملکوں کی بین الحکومتی تنظیم کا قیام عمل میں آیا جو افریقی اتحاد کی تنظیم (او اے یو) کہلاتی ہے۔ اپنے چارٹر میں او اے یو نے اعلان کیا کہ ان کی عام پالیسی ہے ناوابستگی ۱۹۷۰ء تک او اے یو کی رکن ریاستوں نے دنیا کے ناوابستہ ملکوں میں بھاری اکثریت حاصل کر لی۔ او اے یو کی کارروائیوں کے تجربے نے ناوابستہ تحریک کی تنظیمی ساخت پر بڑا اثر ڈالا۔

یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ ایشیا، لاطینی امریکہ اور یورپ کے حالات افریقہ کے حالات سے بہت مختصر تھے اور ناوابستہ ملک عام طور سے مختلف النوع تھے۔ لیکن سب محسوس کرتے تھے کہ ناوابستہ ملکوں کی پالیسی میں تال میل پیدا کرنے کے لئے ایک مستقل ادارے کا قیام عمل میں لایا جانا چاہئے۔

قومی آزادی کی تحریک اور نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کے اقتدار کے خلاف سامراجیوں کی شدید جوابی کارروائی کے پیش نظر اس قسم کے تال میل کی ضرورت خصوصیت کے ساتھ بڑھ گئی تھی۔ اس قسم کے جوابی حملے کے خطرے کی نشان دہی کرتی تھی ویت نام کے لوگوں کے خلاف ریاستہائے متحدہ امریکہ کی طویل جارحانہ جنگ، اس جنگ میں تھائی لینڈ اور فلپائن کی شرکت، ۱۹۶۶ء میں اے ایس پی اے سی کے نئے بلاک کا قیام جس میں تھائی لینڈ، فلپائن اور ملیشیا شامل ہو گئے تھے، ۱۹۶۷ء میں مشرق وسطیٰ میں اسرائل کی جارحیت جس کی پشت پناہی ریاستہائے متحدہ امریکہ کر رہا تھا، نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کے داخلی معاملات میں مداخلت اور ان پر ڈالا جانے والا سیاسی اور معاشی دباؤ۔ چنانچہ ایک ناوابستہ کانفرنس کا انعقاد ضروری ہو گیا تھا۔

ٹیٹو کی دعوت پر ۴۴ ناوابستہ ممالک کے نمائندوں کی ایک مشاورتی میٹنگ جولائی ۱۹۶۹ء میں بلگراڈ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں ہوئی۔ کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کو اس سے اتفاق تھا کہ "بین الاقوامی منظر پر ناوابستہ ممالک کو زیادہ عملی اقدامات کرنے چاہئیے" اور اقوام متحدہ کے ڈھانچے میں رہتے ہوئے پوری پوری کوششیں کرنی چاہئیے۔ انہوں نے مختلف میدانوں میں ناوابستہ ممالک میں "زیادہ باقاعدگی کے ساتھ اور زیادہ جامع مشورے اور تعاون کرنے کے امکانات پر" بحث کی اور ایک نئی چوٹی کی کانفرنس کرنے کا بھی فیصلہ کیا۔

ستمبر ۱۹۶۹ء میں نیویارک میں اقوام متحدہ کے صدر دفتر میں ناوابستہ ممالک کے وزرائے خارجہ اور وفود کے سربراہوں کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں اس فیصلے کی تصدیق کی گئی۔ تنزانیا کی دعوت پر ۵۰ سے زیادہ ناوابستہ ممالک کے نمائندوں کی خصوصی تیاری کمیٹی کی میٹنگ اپریل ۱۹۷۰ء میں دارالسلام میں ہوئی۔ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ۲۵ ویں اجلاس سے پہلے لوساکا (زمبیا) میں تیسری چوٹی کانفرنس منعقد کی جائے اور چوٹی کانفرنس کا ایجنڈا تیار کیا گیا۔ اس نے ۱۶ ملکوں کی ایک تنظیمی کمیٹی بھی بنائی جس کے جلسے جون ۱۹۷۰ء میں دہلی میں اور پھر اس کے بعد۔ جولائی اور ستمبر ۱۹۷۰ء میں لوساکا میں ہوئے۔ ان میں چوٹی کانفرنس کی تاریخ مقرر کی گئی اور دوسری تنظیمی تفصیلات پر غور کیا گیا۔

ناوابستہ چوٹی کانفرنس کے انعقاد کے سلسلے میں بڑا اہم رول یوگوسلاویہ اور خود ٹیٹو نے ادا کیا۔ ستمبر ۱۹۷۰ء میں لوساکا میں ناوابستہ ممالک کی ریاستوں اور حکومتوں کے سربراہوں کی تیسری کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اندرا گاندھی نے کہا کہ ٹیٹو اگر انتھک کوششیں نہ کرتے تو اس کانفرنس کا انعقاد ممکن نہ ہوتا۔

۵۴ ناوابستہ ملکوں کی جو چوٹی کانفرنس لوساکا میں ہوئی تھی اس نے عصری بین الاقوامی رشتوں کے میدان میں ناوابستہ تحریک کو ایک ادارے کی شکل دینے کا نیا مرحلہ شروع کر دیا۔ پہلی دفعہ کانفرنس کی دستاویزات میں "ناوابستہ تحریک" اور "ناوابستہ ریاستوں" کا ذکر کیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ "بین الاقوامی، علاقائی اور دو فریقی میدانوں میں باہمی تعاون کو بڑھایا جائے اور اسے برابر تقویت دی جائے اور مختلف سطحوں پر ناوابستہ ممالک کے نمائندوں سے تھوڑی مدت کے بعد مشورے کئے جائیں تاکہ یہ عمل جاری رہے۔

لوساکا کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے زمبیا کے صدر کینتھ کنڈا نے مندرجہ ذیل اہم بیان دیا:

"عمل کی دعوت اس وقت تک کافی نہیں سمجھی جا سکتی جب تک اس کو سرانجام دینے کے لئے کوئی مناسب ادارہ موجود نہ ہو۔۔ یہ وجہ ہے کہ ہمیں ایک ایسے ادارے کی حقیقی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو ہمارے باہمی روابط کو برقرار رکھے اور ناوابستہ تحریک کو مسلسل ترقی دے سکے اور اس کے فیصلوں پر عمل کروا سکے۔" کانفرنس نے "ناوابستہ ممالک" کے رول کو تقویت دینے کے لئے ایک تجویز منظور کی جس میں "فیصلوں کو عمل میں لانے کے ایک ایسے ادارے کی ضرورت پر زور دیا گیا جس میں لچک ہو لیکن اسی کے ساتھ مالیاتی مضمرات نہ ہوں تاکہ کام جاری رہے، رکن ریاستوں کے درمیان روابط قائم رہیں اور ناوابستہ ممالک کی کانفرنسوں کے فیصلوں کو عملی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شکل دی جا سکے۔

اس سمت میں پہلے قدم کے طور پر کانفرنس نے اپنے صدر سے درخواست کی کہ وہ "رکن ریاستوں کے درمیان روابط برقرار رکھنے، اس سلسلے کو جاری رکھنے اور ناوابستہ ممالک کی کانفرنس کے فیصلوں، تجویزوں اور ہدایتوں پر عمل کروانے کے لئے" تمام ضروری اقدامات کریں۔ اس نے اقوام متحدہ اور اس کی ایجنسیوں کے علاوہ تمام دوسری بین الاقوامی تنظیموں میں موجود ناوابستہ ممالک کے نمائندوں کو ہدایت دی کہ وہ "اپنی کوششوں میں تال میل اور ہم آہنگی پیدا کریں اور ناوابستہ ممالک کی کانفرنس کی تجویزوں، فیصلوں اور ہدایتوں پر مناسب انداز سے عمل کروانے کے لئے سبھی ضروری قدم اٹھائیں"۔

چنانچہ اپنے استحکام کے لئے ناوابستہ ممالک نے دوسرا اہم قدم اٹھایا یعنی وقتاً فوقتاً منعقد ہونے والی کانفرنسوں کے بجائے ایک ایسے مستقل ادارے کا قیام عمل میں آیا جس پر مشترکہ کارروائیوں کی تنظیم کی ذمہ داری تھی۔ ناوابستگی کے تصور کے وجود میں آنے کے ۲۴ سال بعد اور بین الاقوامی میدان میں جن ملکوں نے ناوابستگی کا راستہ اختیار کیا تھا ان کی پہلی کانفرنس کے تقریباً دس سال بعد ناوابستہ تحریک کی موجودہ تنظیم کی شکل بنی۔

ناوابستہ تحریک کو تنظیمی شکل دینے کی بنیادی طور سے نئی پالیسی پر الجیریا ۱۹۷۳ء کولمبو ۱۹۷۶ء ہوانا ۱۹۷۹ء اور دہلی ۱۹۸۳ء کی بعد ہونے والی چوٹی کانفرنسوں میں عمل کیا گیا۔

لوسا کا کانفرنس کے فیصلوں کے نتیجے میں چوٹی کانفرنسوں کے صدر ناوابستہ ممالک کی کارروائیوں میں تال میل پیدا کرنے کے فرائض مستقلاً ادا کرنے لگے اور ہر تین سال بعد باقاعدگی کے ساتھ کانفرنسیں ہونے لگیں۔ ۱۹۷۲ء سے چوٹی کانفرنسوں کی درمیانی مدت میں ناوابستہ ممالک کے وزرائے خارجہ کی تھوڑی تھوڑی مدت بعد میٹنگیں ہونے لگی ہیں۔ یہ دستور بن گیا ہے کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس اور اقوام متحدہ میں ناوابستہ ممالک کے گروپ کے عام جلسے سے پہلے ناوابستہ ممالک کی ریاستوں اور حکومتوں کے سربراہوں کی سالانہ میٹنگ ہوتی ہے۔ ۱۹۷۳ء میں نان الائنڈ کوارڈینیٹنگ بیورو کا قیام عمل میں لایا گیا تھا جو ناوابستہ تحریک کا ایک اہم سیاسی اور قریب قریب مستقل ادارہ بن گیا ہے۔ دوسرے ادارے بھی بنائے گئے جس میں خصوصی ادارے بھی شامل ہیں۔ رفتہ رفتہ ناوابستہ تحریک نے نہ صرف سیاسی بلکہ معاشی اور اطلاعاتی انجمن کی شکل بھی اختیار کر لی ہے۔

بین الاقوامی امن و آشتی کے جذبے نے، جو آٹھویں دہائی میں شروع ہوا تھا، ناوابستہ تحریک کے کام میں مدد دی اور اس کی تنظیمی شکل کو استحکام بخشا۔ جب آٹھویں دہائی کے آخر اور نویں دہائی کے شروع میں بین الاقوامی صورت حال خراب ہو گئی تو اس کی وجہ سے یہ تحریک کمزور نہیں پڑی جیسا کہ ساتویں دہائی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے اواخر میں ہوا تھا۔ عراق اور ایران کی جنگ اگرچہ اس میں تاخیر کا باعث ہوئی لیکن ۱۹۸۳ء کی چوٹی کانفرنس کے انعقاد میں مانع نہ آسکی جو بغداد کے بجائے، جہاں کانفرنس کرنے کا فیصلہ پہلے کیا جا چکا تھا، نئی دہلی میں منعقد ہوئی۔ اس واقعہ ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں دہائی کے اواخر کے مقابلے میں تحریک کے وسائل بڑھ چکے تھے۔

ناوابستہ تحریک اور اس کی چوٹی کانفرنسوں کا وقار اور اثر بہت بڑھ چکا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناوابستہ تحریک:
اغراض ومقاصد، اصول اور موقف

ناوابستہ تحریک کا فروغ بین الاقوامی رشتوں میں ہونے والی ان اہم تبدیلیوں کی آئینہ داری کرتا ہے جو قومی آزادی کے انقلابی عمل کی بنا پر رونما ہوئی ہیں۔ ناوابستہ تحریک اس انقلابی عمل کے نئے مرحلے کا منطقی نتیجہ اور اظہار ہے جو اس وقت شروع ہوا تھا جب نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستیں وجود میں آئیں۔ جیسا کہ لوساکا کانفرنس میں کہا گیا تھا ناوابستہ تحریک "دنیا کے استعماریت مخالف انقلاب اور کئی نئے نئے آزاد ہونے والے ملکوں کے وجود میں آنے کی پیداوار ہے" اور "ایک ایسی وسیع بین الاقوامی تحریک ہے جو نسلی، علاقائی اور دوسری سرحدوں کو پار کر گئی ہے۔"

جہاں تک اس کے اصولوں، وسعت اور عمل کا تعلق ہے ابتدا ہی سے ناوابستہ تحریک ایک نیا مظہر تھی۔ اس کی نشوونما بڑا الجھا ہوا اور کئی اعتبار سے متضاد عمل ہے۔ قومی آزادی کی تحریک کی طرح جس نے اس کو جنم دیا اور بڑی حد تک اس کے نظام عمل کا تعین کیا ہے اس کی ترقی میں بھی ناہمواری پائی جاتی ہے اور اسے بھی نشیب و فراز سے گزرنا پڑا ہے۔ بین الاقوامی صلح و آشتی کے عمل سے اس کا متاثر ہونا لازمی ہے اور وہ خود بھی ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔

سوویت یونین کی امن پسند پالیسی کے زیر اثر آٹھویں دہائی میں جب مختلف سماجی نظام رکھنے والی ریاستوں کے پُرامن بقائے باہم کے اصولوں کی بین الاقوامی رشتوں میں تصدیق کی گئی تو اس سے ناوابستہ تحریک کی ترقی کے لئے ایک وسیع میدان مل گیا۔ سوویت یونین اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے درمیان، سوویت یونین اور مغربی جرمنی کے درمیان اور مشرقی جرمنی اور مغربی جرمنی کے درمیان صلح و آشتی قایم کرنے اور معمول کے مطابق تعلقات بنانے کے عمل اور یورپ میں پر امن تعاون کرنے سلامتی کے ساتھ رہنے کے عمل میں کامیابی حاصل کرنے کی بنا پر پوری دنیا میں ایک صحت مند سیاسی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ماحول وجود میں آگیا اور نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کے لئے یہ زیادہ آسان ہوگیا کہ وہ ناوابستہ پالیسی پر عمل کریں اور ایسے کئی اقدامات کر سکیں جن کی پہلے مغرب نے بڑی سخت مخالفت کی تھی (مثال کے طور پر جرمن جمہوری جمہوریہ کو تسلیم کرنا اور سابق استعماری طاقتوں کے ساتھ نابرابر معاہدوں پر نظر ثانی کرنا۔)

صلح و آشتی کے زمانے میں سامراجیوں کی بلاک پالیسی کو ترقی پذیر ممالک میں بہت ناکامی ہوئی حالانکہ چار سال کے مذاکرات کے بعد برطانیہ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ ۱۹۷۱ء میں آنزک فوجی بلاک بنانے میں کامیاب ہو گئے جس میں ناوابستہ ملیشیا اور سنگاپور کو بھی کھینچ لیا گیا پھر بھی سیاٹو کی شکست وریخت کا عمل شروع ہوگیا اور ۱۹۷۷ء وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔ اے ایس پی اے سی بھی ختم ہوگئی۔ اور آخر میں سینٹو، جو بغداد پیکٹ کی جانشین تھی، ۱۹۷۸ء میں ایران میں شاہ اور امریکنوں کے خلاف ہونے والے انقلاب اور ایران اور پاکستان کی اس سے علیحدگی کے بعد ختم ہوگئی۔ ایران اور پاکستان دونوں ناوابستہ تحریک میں شامل ہو گئے۔

ویت نام کے لوگوں کی فتح اور سامراجی طاقتوں کی جارحیت کے خلاف اس کی ۳۰ سالہ جنگ کے اختتام سے، جو ہند چین کی دوسری قوموں کی فتح ہے، اکتوبر ۱۹۷۳ء میں عرب ملکوں کے ہاتھوں اسرائیلی حملہ آوروں کی پسپائی سے، ایشیا اور افریقہ میں پرتگال کی نو آبادیات کی آزادی سے اور انگولا کی عوامی جمہوریہ سے جنوبی افریقہ کے مداخلت کاروں کے انخلا سے ناوابستہ تحریک نے نئی قوت پائی پیٹرول برآمد کرنے والے عرب ملکوں کے، جو اپیک کے رکن ہیں، سامراجیوں اور اجارہ داریوں کے خلاف اجتماعی معاشی دباؤ کو کامیابی کے ساتھ استعمال کرنے کو سرمایہ دار دنیا کے خلاف نابرابر معاشی رشتوں کی تشکیل نو کے لئے شدید جدوجہد کی حوصلہ افزا مثال سمجھا گیا۔ تحریک کی جانداری میں کسی کو شک باقی نہیں رہا تھا جس نے کامیابی کے ساتھ زمانے کے گرم و سرد کا مقابلہ کیا تھا اور مسلسل تقویت پا رہی تھی۔

ناوابستہ ممالک کی تعداد بڑھ گئی خاص طور سے صلح و آشتی کے دور میں۔ چنانچہ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۶ء کی درمیانی مدت میں ۳۰ اور ملک ناوابستہ تحریک میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۶ء تک اس تحریک میں حصہ لینے والے ملکوں کی تعداد تگنی سے زیادہ ہوگئی۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اس تحریک میں شامل ہونے والے ملک صرف وہی نہیں تھے جنھوں نے نئی نئی آزادی حاصل کی تھی بلکہ وہ ریاستیں بھی تھیں جن کی آزادی کی تاریخ طویل تر تھی۔ اس کے علاوہ فلسطینی آزادی کی تنظیم (پی ایل او) تحریک کا پورا رکن بن گئی اور کئی ریاستوں اور ان ملکوں کی قومی آزادی کی تحریکوں نے، جہاں استعماری حکومتیں تھیں، اور اقوام متحدہ، او اے یو، ایل اے ایس اور اے پی ایس او کو مشاہدین کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ ناوابستہ تحریک اور اس کی کارروائیوں میں کتنی زیادہ دلچسپی لی جاتی ہے اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ان ملکوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو اس کے مختلف فوروموں میں مہمانوں کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حیثیت سے حصہ لیتے ہیں۔ ان میں ناطرفدار ملک بھی ہیں (آسٹریلیا، فن لینڈ، سویڈن اور سوئٹزرلینڈ) اور کچھ طرفدار بھی (پرتگال اور رومانیہ)۔

ظاہر ہے کہ ناوابستہ تحریک میں سیاسی ہم نوعی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس کے ایسے ممبروں جیسے کیوبا، ہندوستان، یوگوسلاویہ، سعودی عرب اور سنگاپور میں نظریاتی اختلافات ہونا لازمی ہے۔ ان کے سیاسی موقف اتنے وسیع ہیں کہ ان میں اختلافات سے نہیں بچا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کے کچھ مشترکہ مفادات ہیں جو ان کی تحریک کے اتحاد کے لئے کافی ہیں۔

آٹھویں دہائی میں ہونے والی ناوابستہ ممالک کی چوٹی کانفرنسوں نے پالیسی کے متعلق کئی دستاویزات منظور کی تھیں جن میں ناوابستہ تحریک کے اغراض و مقاصد کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ اغراض و اصول کیا ہیں ؟

ناوابستہ ممالک کے ریاستوں اور حکومتوں کے سربراہوں کی جو چھٹی کانفرنس ہوانا میں ہوئی تھی (۱۹۷۹ء) اس کے سیاسی اعلان کے مطابق اس تحریک کے اصل مقاصد ہیں ناوابستہ ممالک کی قومی آزادی، اقتدار اور علاقائی سالمیت کو برقرار رکھنا اور سلامتی کو بحال رکھنا، ریاستوں کے داخلی اور خارجی معاملات میں بیرونی مداخلت اور طاقت کے استعمال کی دھمکی کے خلاف جد وجہد کرنا، قومی آزادی کی تحریکوں کی حمایت کرنا جو استعماری اور بدیسی حکومتوں اور بدیسی غلبے کے خلاف لڑ رہی ہیں، سامراج، استعماریت، نو استعماریت، نسلی امتیاز، نسل پرستی، جس میں صیہونیت بھی شامل ہے، اور توسیع پسندی، بدیسی قبضے، غلبے اور چودھراہٹ کی ہر شکل کو ختم کرنا، بین الاقوامی امن اور سلامتی کو برقرار رکھنا، پوری دنیا میں صلح و آشتی کو فروغ دینا اور اسلحہ کی دوڑ اور بہ خصوصیت کے ساتھ نیوکلیائی اسلحہ کی دوڑ کو ختم کرنا اور موثر بین الاقوامی نگرانی میں پوری طرح اور مکمل ترک اسلحہ کروانا، بلاکوں اور بڑی طاقتوں کے فوجی معاہدوں کو ختم کرنا، بدیسی فوجوں کو ہٹانا اور بدیسی فوجی اڈوں کو مسمار کرنا، بین الاقوامی رشتوں کے نظام کو جمہوری بنانا، بین الاقوامی مسائل کے حل میں برابری کا حصہ لینا، اقوام متحدہ کو تقویت پہنچانا، جلد سے جلد ایک نئے بین الاقوامی اطلاعاتی نظام کا قیام عمل میں لانا اور بلاکوں کے باہر ایک آزاد عنصر کے طور پر ناوابستگی کو مزید فروغ دینا، دنیا میں ناوابستگی کی پالیسیوں کو بڑھانا ناوابستہ ممالک کے باہمی اتحاد و تعاون کو ترقی دینا اور اجتماعی خود کفالتی کی خاطر دوسرے ترقی پذیر ممالک کے ساتھ اور معاشی تعاون کرنا۔

اس اعلان میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ مندرجہ ذیل اصولوں پر ناوابستہ ممالک عمل کریں گے تمام قوموں کی قومی آزادی، اقتدار، اعلیٰ، علاقائی سالمیت اور مساوی اقتدار کا احترام، اپنے سیاسی نظام کے انتخاب اور بیرونی دباؤ، مداخلت اور دھمکی کے بغیر اپنی معاشی، سماجی اور تہذیبی ترقی کی سمت کا تعین کرنے کی آزادی،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قومی قدرتی وسائل پر دائمی کنٹرول، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کا احترام، قومی آزادی کی تحریکوں اور اُن قوموں کے حق خوداِرادیت اور حق آزادی کی مسلسل حمایت جہاں استعماری یا بدلیسی حکومتیں ہیں، سامراج، استعماریت، نواستعماریت، نسل پرستی، جس میں صیہونیت بھی شامل ہے، اور ہر قسم کی توسیع پسندی، بدلیسی قبضے، غلبے اور چودھراہٹ کے خلاف جدوجہد، امن اور سلامتی اور تمام ریاستوں کی عملی پر امن بقائے باہمی کے لئے جدوجہد، دوسرے ملکوں کے داخلی اور خارجی امور میں عدم مداخلت، قانونی بین الاقوامی سرحدوں کا احترام، طاقت استعمال نہ کرنا اور طاقت استعمال کرنے کی دھمکی نہ دینا اور طاقت کے استعمال یا طاقت استعمال کرنے کی دھمکی کے نتیجے میں جو صورت حال پیدا ہو اس کو تسلیم نہ کرنا، جھگڑوں کا پر امن تصفیہ، دنیا کو مخاصمانہ فوجی اور سیاسی بلاکوں، معاہدوں اور اثر کے حلقوں میں باٹنے کی تردید کرنا، برابری اور ایک نئے بین الاقوامی معاشی نظام کی بنیاد پر بین الاقوامی تعاون کو فروغ دینا۔ ناوابستہ ممالک کو بڑی طاقتوں اور بلاکوں کی رقابتوں اور اثر سے آزاد کرنا اور بڑی طاقتوں کے فوجی پیکٹوں اور معاہدوں میں شرکت سے بچنا۔

ان مقاصد اور اصولوں کے مطابق ناوابستہ ممالک کے جلسوں نے اپنے اعلانوں، تجویزوں اور فیصلوں میں ہمارے زمانے کے اہم بین الاقوامی مسائل کے تعلق سے ناوابستہ ممالک کے موقف کو ظاہر کیا۔

آٹھویں دہائی میں ناوابستہ تحریک نے یورپ کی سلامتی اور تعاون کی کانفرنس کے فائنل ایکٹ اور سوویت یونین اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے درمیان کئے جانے والے سالٹ - ۲ معاہدے کا استقبال کیا اور دنیا کے تمام حصوں میں صلح و آشتی کی توسیع اور ترک اسلحہ اور خصوصیت کے ساتھ ترک نیوکلیائی اسلحہ کے میدان میں سمجھوتا کرنے کی غرض سے سوویت یونین اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے درمیان مذاکرات جاری رکھنے کی حمایت کی۔ ناوابستہ تحریک اسلحہ کی دوڑ کو ختم کرنے کی پوری پوری حمایت کرتی ہے اور عام اور مکمل ترک اسلحہ، نیوکلیائی اسلحہ سے پاک اور امن کے خطے بنانے جن میں بحر ہند بھی شامل ہے اور ایک عالمی ترک اسلحہ کی کانفرنس اور بحر ہند کے متعلق ایک عالمی کانفرنس کرنے کے حق میں ہے۔ اس نے مسلسل کہا ہے کہ ریاستوں کے باہمی جھگڑوں اور تنازعوں کو پر امن طریقوں سے طے کیا جانا چاہئے۔ ایران اور عراق کے باہمی جھگڑے کو پرامن طریقے سے طے کرنے میں مدد دینے کے لئے اس نے کیوبا، ہندوستان، زمبیا اور اقوام متحدہ پر مشتمل ایک مشن بنایا ہے۔

ناوابستہ تحریک بڑی ثابت قدمی کی ساتھ نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کے خلاف سامراجیوں کی طرف سے ہونے والے طاقت کے استعمال یا طاقت کے استعمال کی دھمکی کی مخالفت کرتی ہے۔ اس نے سامراجی حملہ آوروں کے خلاف ویت نام کے لوگوں کی جدوجہد کی حمایت کی اور اسرائلی حملہ آوروں کے خلاف عرب ملکوں اور فلسطینی لوگوں کی جدوجہد کی حمایت میں آواز اُٹھائی۔ ناوابستہ تحریک کیمپ ڈیوڈ کے معاہدے کو تسلیم کرنے سے انکار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرتی ہے، ریاستہائے متحدہ امریکہ کی مشرق وسطیٰ کی پالیسی کی مذمت کرتی ہے، یہ مطالبہ کرتی ہے کہ اسرائیل کی جارحیت کی حمایت ریاستہائے متحدہ امریکہ ختم کردے اور اس نے تجویز پیش کی ہے کہ اقوام متحدہ کے چارٹر کے ۷ ویں باب کے مطابق اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اسرائیل کے خلاف مجبور کن قانونی اقدامات کرے۔ وہ تسلیم کرتی ہے کہ فلسطینی لوگوں کو اسرائیل کے قبضے کے خلاف ہر ممکن طریقے سے جدوجہد کرنے کا حق حاصل ہے جس میں مسلح جدوجہد بھی شامل ہے، فلسطینی آزادی کی تنظیم (پی ایل او) کو فلسطینی لوگوں کی کا واحد اور جائز نمائندہ تسلیم کرتی ہے اور اس کی حمایت کرتی ہے اور مطالبہ کرتی ہے کہ ان تمام فلسطینی اور عرب علاقوں سے بلا شرط اور مکمل انخلا کی بنیاد پر، جن پر اس نے ۱۹۶۷ء میں قبضہ کر لیا تھا، اس جھگڑے کو جامع اور منصفانہ طور سے حل کیا جائے اور فلسطین کے لوگوں کے حق خود ارادیت اور ایک آزاد ریاست کے قیام کے ناقابل تنسیخ حق کی ضمانت کی جائے۔

ناوابستہ تحریک کے عمل کے دوسرے میدانوں میں بھی سامراج مخالف طریقہ کار اس کا بنیادی طریقہ ہے۔ اس کے مختلف فوروموں میں سے ہر ایک سامراج کی ہر شکل و مظہر کے خلاف انتھک جدوجہد پر بڑی توجہ دیتا ہے۔ اس تحریک نے ان کی جدوجہد آزادی میں الجیریا کے لوگوں، پرتگالی نوآبادیوں، زمبابوے، بیلیز اور دوسرے ملکوں کی اہم سیاسی حمایت کی۔ امریکی استعماریت کے خلاف وہ پیرٹوریکا کے لوگوں کی جدوجہد کی حمایت کر رہی ہے اور نمیبیا اور اس کے واحد اور جائز نمائندے سواپو کی بھی حمایت کرتی ہے۔ اس نے جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت کو ختم کرنے کے لئے، اس کی بین الاقوامی علیحدگی کے لئے اور سامراجی طاقتوں کے اس کے ساتھ تعاون کو ختم کرنے کے لئے جدوجہد کی ہے اور آج بھی مسلسل جدوجہد کر رہی ہے اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے وہ مطالبہ کرتی ہے کہ جنوبی افریقہ کے خلاف ہمہ گیر مجبور کن اقدامات کئے جائیں۔ جنوبی افریقہ کے لوگوں کی آزادی کی تحریک کی وہ حمایت کرتی ہے اور نسلی امتیاز کے خلاف ان کی جدوجہد میں ہر ممکن طریقے کے استعمال کو جائز تسلیم کرتی ہے انگولا اور افریقی براعظم کی دوسری سرحدی ریاستوں کے خلاف جنوبی افریقہ کی جارحیت کی شدید مذمت کرتی ہے اور ہرانا کانفرنس کے فیصلے کے مطابق تمام ملکوں پر زور دیتی ہے کہ اس جارحیت کو شکست دینے میں ان ریاستوں کی زیادہ سے زیادہ مدد کریں جس میں فوجی امداد بھی شامل ہے۔ اس نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت انگولا کو پہنچنے والے نقصان کی تلافی کرے۔

استعماری سلطنتوں کے زوال اور استعماریت کے خاتمے کے عمل کے تیز ہو جانے کے بعد ناوابستہ تحریک نے استعماریت کے عواقب اور باقیات کو ختم کرنے کے لئے اور سامراجی طاقتوں اور اجارہ داریوں کی پالیسیوں میں اس کے دوبارہ نمودار ہونے کو روکنے کے لئے، نو استعماریت کے خلاف اور عالمی میدان میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کی حقیقی آزادی اور برابری کے لئے اپنی جد و جہد تیز تر کر دی ہے اس نے مطالبہ کیا ہے کہ فرانس جزیرہ میبوتے کو مورو ز کی وفاقی اسلامی جمہوریہ کو اور چار جزیرے مڈغاسگر کو واپس کرے اور برطانیہ مالوینا س ارجنٹینا کو لوٹا دے۔ اس نے مطالبہ کیا ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ بغیر کسی شرط کے فوراً کیوبا کی ناکہ بندی ختم کر دے اور اس ناکہ بندی کی وجہ سے کیوبا کو جو مادی نقصان ہوا ہے اس کی تلافی کرے۔ اس نے کیوبا اور عرب ریاستوں اور خصوصیت کے ساتھ تیل پیدا کرنے والی عرب ریاستوں کے خلاف ریاستہائے متحدہ امریکہ کے دباؤ اور دھمکیوں کی جارحانہ کارروائیوں کے طور پر مذمت کی ہے اور نکاراگوا میں انتشار پیدا کرنے اور آل سالواڈور کے معاملات میں مداخلت کرنے کی، کریبین میں "سلامتی فورج" کے قیام کی جیسے نو استعماریت کے آلۂ کار کے طور پر استعمال کیا جائے گا، مشرق وسطیٰ میں فوجی موجودگی میں اضافہ کرنے کی اور کسی نہ کسی طرح افریقہ کی قوموں پر حکومت کرنے اور ان کا استحصال کرنے کی سامراج کی کوششوں کی مذمت کی ہے۔ ناوابستہ تحریک نے ایران اور نکاراگوا میں سامراج مخالف انقلابوں کا استقبال کیا اور ان کی حمایت کی۔ اس کے فوروموں نے تمام فوروموں کے اس مقتدر اور ناقابل تنسیخ حق کی مسلسل حمایت کی ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے سیاسی، معاشی اور سماجی نظام چن سکتے ہیں، اپنے قدرتی وسائل کو استعمال کر سکتے ہیں اور دوسری ریاستوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو بڑھا سکتے ہیں۔ کولمبو (سری لنکا) میں منعقد ہونے والی ناوابستہ چوٹی کانفرنس میں سوال اٹھایا گیا تھا کہ ترقی پذیر ممالک کو حق حاصل ہے کہ استعماریت اور نو استعماریت سے انھیں جو نقصان پہنچا ہے اس کی مکمل تلافی کا مطالبہ کریں اور ٹرانس نیشنل کارپوریشنوں کی ناقابل قبول پالیسیوں اور کارروائیوں کی مذمت کی گئی تھی۔

استعماریت کی میراث اور نو استعماریت کے خلاف اپنی جد و جہد کے دوران ناوابستہ تحریک نے ایک نئے بین الاقوامی معاشی نظام کے قیام کی کوششیں بڑھا دیں۔ ۱۹۷۹ء کی ہوانا کانفرنس کے معاشی اعلان میں جیسے کہا گیا تھا "ناوابستہ تحریک کے سامنے جو اہم ترین کام ہیں ان میں سے ایک ہے نئے بین الاقوامی معاشی نظام کا قیام اور اس کا سیاسی خلاصہ ہے بین الاقوامی رشتوں کو جمہوری بنانا" ساتویں دہائی کے شروع سے بین الاقوامی تجارت، زر کے رشتوں وغیرہ کے ڈھانچے کی تشکیل نو کے لئے ۷۷ کے گروپ کی جد و جہد کو ناوابستہ تحریک نے بڑی شدت بخشی ہے۔ آٹھویں دہائی میں اس تحریک میں ایک نیا رجحان پیدا ہوا یعنی سماجی اور معاشی ترقی میں "اجتماعی خود کفالت" کے اصولوں کی بنیاد پر اس میں شریک ملکوں کے درمیان تعاون شروع ہوا ناوابستہ تحریک کے فوروموں میں سماجی اور معاشی ترقی کو سامراجی طاقتوں اور ٹرانس نیشنل کارپوریشنوں کے معاشی غلبے کے خلاف اور ایک نئے بین الاقوامی معاشی نظام کے قیام کے لئے جد و جہد کے اہم آلۂ کار سے تعبیر کیا گیا۔ ناوابستہ ممالک کی چوٹی کانفرنسوں میں جو خصوصی عمل کے پروگرام منظور کئے گئے تھے ان کے مطابق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خام مال، مالیات اور ٹکنالوجی کے علاوہ دوسرے میدانوں میں بھی معاشی تعاون بڑھایا جارہا ہے۔

ناوابستہ تحریک کے یہ مقاصد، اصول اور فیصلے اس میں شریک ملکوں کی معروضی ضرورتوں اور مفادات کی عکاسی کرتے ہیں جو سامراجی طاقتوں اور اجارہ داریوں کے مفادات کے منافی ہیں۔ چنانچہ ناوابستہ ممالک کی پالیسی میں جو سامراج مخالف جھکاؤ پایا جاتا ہے وہ کہیں باہر سے نہیں آیا ہے بلکہ ایک سوچی سمجھی حکمت عملی کی نمائندگی کرتا ہے جسے انہوں نے شعوری طور سے اختیار کیا اور کبھی کبھی راہ سے بھٹکتے اور پیچھے ہٹنے کے باوجود جس پر وہ چل رہے ہیں۔ اب تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ وہ کتنی تیز رفتاری کے ساتھ اس پر چل سکیں گے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اصل مقاصد ـ امن اور ترقی

کیا ناوابستہ تحریک کے مخالفین بھی ہیں؟
۱۹۸۳ء میں نئی دہلی میں دیا جانے والا جواب

آٹھویں دہائی کے آخر اور نویں دہائی کے شروع میں بین الاقوامی صورت حال کی خرابی کے ساتھ ناوابستہ تحریک نے محسوس کیا کہ اس کو اس دفعہ بھی ان حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جن کا سامنا اسے ابتدائی دور میں کرنا پڑا تھا یعنی چھٹی اور ساتویں دہائیوں کے سرد جنگ کے زمانے میں چودھراہٹ کی ابتدا اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے بڑھتے ہوئے سامراجی عزائم، نیوکلیائی مزائل کی جنگ شروع ہونے کے فزوں تر خطرے، سوویت یونین اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے رشتوں میں کشیدگی اور دنیا کے مختلف حصوں میں بین الاقوامی تنازعوں کے بڑھنے کے نتیجے میں بین الاقوامی کشیدگی اور بڑھ گئی۔ ناوابستہ ممالک کے لئے حالات خراب تر ہو گئے اس لئے کہ ان میں کچھ کے درمیان (ایران اور عراق) طویل جنگ ہو رہی تھی اور کچھ (ایتھوپیا اور سوڈان) جنگ کے دہانے پر کھڑے تھے۔ کچھ دوسرے ناوابستہ ممالک کے درمیان بھی کشیدگی پائی جاتی تھی (جنوب مشرقی ایشیا کی صورت حال، افغانستان کے اردگرد پائے جانے والے حالات، مغربی صحارا اور چاڈ)۔ دوسرے وجوہ جنھوں نے ناوابستہ تحریک کے حالات کو خراب کر دیا وہ ہیں افریقی اتحاد کی تنظیم (اے یو او) میں تال میل کی کمی، عرب ریاستوں کی لیگ میں پھوٹ اور اوپیک ملکوں کے اتحاد میں رخنہ۔

جہاں تک معاشی میدان میں پائے جانے والے حالات کا تعلق ہے ناوابستہ ممالک کے وسائل پر انتہائی بوجھ پڑ رہا ہے۔ ترقی پذیر ممالک کی (جن کی اکثریت ناوابستہ تحریک میں شامل ہے) معاشی دشواریوں اور بدیسی قرضوں کے بوجھ میں بے مثال اضافہ ہو گیا ہے اور سیاسی میدان میں ان کی کارروائیوں پر ان دشواریوں کا اتنا دباؤ پہلے کبھی نہیں پڑا تھا۔ ان میں سے زیادہ تر کی معیشت عالمی سرمایہ دار معیشت کے نظام سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

منسلک ہے اور اس لئے اس قسم کے نظام سے پیدا ہونے والی معاشی خرابیوں میں وہ مبتلا ہیں اور خاص طور سے اس گہرے معاشی بحران سے متاثر ہوئے ہیں جو سرمایہ دار دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ نو استعماری اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستیں معاشی آزادی حاصل نہ کر سکیں اور زیادہ سے زیادہ مغرب پر منحصر رہیں۔ اس کے نتیجے میں ترقی پذیر ممالک کی معاشی حالت، جو پہلے ہی خراب تھی، خراب تر ہوتی جا رہی ہے۔

چھٹی دہائی کے بعد پہلی مرتبہ ترقی پذیر ممالک میں حقیقی اعتبار سے فی کس جی این پی میں کمی ہوئی ہے۔ پچھلے پچاس سال میں ان کے اصل خام مالوں کی قیمتیں کم سے کم ہو گئی ہیں۔ ترقی پذیر ممالک جو چیزیں پیدا اور برآمد کرتے ہیں ان کی کم قیمتیں دی جاتی ہیں اور اسی کے ساتھ انہیں درآمد کئے جانے والے صنعتی مال کی زیادہ سے زیادہ قیمت ادا کرنی ہوتی ہے۔ ۱۹۸۴ء تک ترقی پذیر ممالک کا مجموعی قرضہ بڑھ کے ۸۰۰ ہزار بلین ڈالر ہو چکا تھا۔ ۱۹۸۰ء سے ترقی پذیر ممالک جو رقمیں قرض کی ادائیگی پر خرچ کر رہے ہیں وہ ان کی مجموعی آمدنیوں سے زیادہ ہیں۔ کئی نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستیں قریب قریب دیوالیہ ہو چکی ہیں۔

اب ناوابستہ ممالک اس قابل ہو گئے ہیں جب انہیں دنیا کی بڑی بڑی سیاسی اور معاشی تبدیلیوں کے خلاف ردعمل ظاہر کرنا چاہئے۔ بین الاقوامی ماحول میں ہونے والی موجودہ تبدیلی کا اثر ناوابستہ تحریک پر کیسے پڑتا ہے؟

اس بات کو دھیان میں رکھا جانا چاہئے کہ ناوابستہ تحریک کو روکنے کا تو ذکر ہی کیا اس میں بڑی قوت عمل ہے۔ واشنگٹن اور اس کے ناٹو کے حلیفوں کا نو استعماری سیاسی اور معاشی دباؤ ہو یا کیریبین مشرق وسطیٰ، جنوبی افریقہ، بحر ہند اور جنوبی اٹلانٹک میں سامراجی طاقت کا مظاہرہ یا ناوابستہ ممالک کے درمیان اتحاد اور تعاون کی بین کمی ان میں سے کوئی بھی چیز ناوابستہ تحریک کی مجموعی ترقی کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی ہے۔

مغربی ڈپلومیسی اور پرچارنے ۱۹۷۹ء میں ہوانا میں ناوابستہ ممالک کی چوٹی کی کانفرنس کے انعقاد کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ جب اس میں کامیابی نہیں ہوئی تو انہوں نے کیوبا کو، جو ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۳ء تک ناوابستہ تحریک کا چیرمین تھا، بدنام کرنے اور تحریک کو مفلوج بنانے کی کوشش کی۔ لیکن کیوبا اور خود فائڈل کاسترو کی کوشش کی بنا پر ناوابستہ تحریک اس آزمائش سے گزر گئی اور اس کے قوت اور سیاسی نمایاں میں اضافہ ہو گیا۔

بین الاقوامی کشیدگی کے دوران ہوانا اور نئی دہلی میں کانفرنسوں کے انعقاد نے ظاہر کر دیا کہ ناوابستہ تحریک کا وقار بڑھ گیا ہے اور اس کی مسلسل کارروائیوں نے ایک معروضی ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ ناوابستہ تحریک کے ڈھانچے میں متحد ہونے میں نئے نئے آزاد ہونے والے ملک اور زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ اس تحریک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یں حصہ لینے والے کسی ملک نے برما کی مثال پر عمل نہیں کیا جو ۱۹۷۹ء میں اس تحریک سے علحدہ ہوگیا تھا۔ اس کے برعکس ہوانا کانفرنس کے بعد چھ اور ملک اس تحریک کے پورے ممبر بن گئے۔

لاطینی امریکہ کے ممالک اس تحریک یں زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں جو ظاہر ہے کہ واشنگٹن کی پالیسیوں سے خود کو علحدہ کرنے کا موقع تلاش کر رہے ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں آزاد ہونے والی وانواٹو کی جمہوریہ کا اس تحریک یں شامل ہونا اس بات کی شہادت ہے کہ اُشیانا کی نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستیں بھی ناوابستہ ممالک کی صفوں میں شامل ہو کر اپنی بین الاقوامی حیثیتوں کو مضبوط بنانا چاہتی ہیں۔ ۱۹۶۱ء سے ۱۹۸۳ء تک، جب نئی دہلی کی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا تھا، اس تحریک میں شریک ممالک کی تعداد چوگنی ہوگئی ہے۔ اس وقت اس میں ۹۹ ریاستیں اور دو قومی آزادی کی تحریکیں شامل ہیں (پی ایل او اور سواپو)۔ چنانچہ دنیا کے ملکوں کی تقریباً دو تہائی تعداد ناوابستہ تحریک میں متحد ہوگئی ہے۔

ناوابستہ تحریک کی بڑھتے ہوئے وقار کی وضاحت کس طرح کی جاسکتی ہے؟ اس کا جواب آسان ہے۔ اس تحریک کو عام طور سے جنگ اور عسکریت کی مخالفت کرنے والی ایک بڑی طاقت سمجھا جاتا ہے۔ دنیا کے مستقبل اور اس کی سلامتی کے متعلق لوگوں کی بڑھتی ہوئی فکر نے امن کی طاقتوں کے استحکام کی خواہش کو جنم دیا ہے۔

ناوابستہ ممالک کی پچھلی چوٹی کانفرنس میں، جو نئی دہلی میں ۷تا ۱۴ر مارچ ۱۹۸۳ء کو ہوئی تھی، شرکت کرنے والوں میں یہ عام خواہش پائی جاتی تھی کہ عالمگیر نیوکلیائی تباہی کو روکا جائے تاکہ ان کے سیاسی اور معاشی مفادات محفوظ رہیں۔

نئی دہلی کانفرنس نے اس بڑے خطرے کی نشان دہی کی جو بین الاقوامی رشتوں میں پائے جانے والے موجودہ رجحانات کی بنا پر پیدا ہوگیا ہے اور قوموں کے پُرامن بقائے باہمی کی ضرورت پر زور دیا اور مطالبہ کیا کہ بین الاقوامی نظام کی تشکیلِ نو اس طرح کی جائے کہ وہ دیرپا امن اور سلامتی اور سبھی قوموں کی خوش حالی کی ضمانت کر سکے۔ اس نے دنیا کے سب ملکوں کے ریاستی اور حکومتی سربراہوں کو پیغام بھیجا جس میں کہا گیا تھا کہ بڑی طاقتوں پر زور دیا جائے کہ وہ ترک اسلحہ کے متعلق کسی سمجھوتے پر پہنچیں اور اس بڑھتے ہوئے معاشی بحران کا حل تلاش کرنے کی خاطر، جو سب کے لئے خطرہ ہے، مذاکرات شروع کریں۔ نئی دہلی کے پیغام میں نیوکلیائی طاقتوں سے کہا گیا ہے کہ ”نیوکلیائی جنگ کو روکنے کے لئے ضروری اور عملی اقدامات کریں۔ . . . ایک ایسے بین الاقوامی کنونشن پر آمادہ ہو جائیں جس کی رو سے کسی بھی حالت میں نیوکلیائی اسلحہ کے استعمال یا ان کے استعمال کی دھمکی دینے کی ممانعت کی جائے اور نیوکلیائی اسلحہ کو مزید ترقی دینے اور نصب کرنے کو روک دیا جائے“۔ ناوابستہ تحریک نے ایک دفعہ پھر بین الاقوامی کنٹرول میں عام اور مکمل ترک اسلحہ کی حمایت کی۔

سا کہ توقع کی جاتی تھی کہ کانفرنس میں اس طرح ریاستہائے متحدہ امریکہ اور ناٹو کی جارحانہ پالیسی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی مذمت کی گئی جیسے ۱۹۷۹ء میں ہوانا میں کی گئی تھی ۔ یہ مذمت اس سیاسی ، معاشی اور پرچار کے دباؤ کے باوجود کی گئی جو مغرب نے ناوابستہ ممالک پر ڈالا تھا ۔ یہ حقیقت ہے کہ اس دباؤ کی بنا پر کچھ مقررین نے اپنی تنقید کو نرم بنا دیا اور کچھ دوسروں نے تو یہ کوشش بھی کی کہ کانفرنس میں ایسے فیصلے کئے جائیں جو مغرب کو خوش کر دیں۔ پھر بھی کانفرنس کا عام رجحان سامراج کے خلاف تھا ۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے تحریک کی نئی صدر اندرا گاندھی نے "مزاحمت کے نظریے" کو "ناقابل قبول" کہا اور اس تصوّر کو بھی ناقابلِ قبول بتایا کہ "محدود جنگ" میں نیوکلیائی اسلحہ کے استعمال کی اجازت ہے۔ اُن کا رُوئے سخن کس کی طرف تھا یہ بات چھپی ہوئی نہیں تھی۔ کانفرنس میں جو سیاسی اعلان منظور کیا گیا اس میں جارحیت اور کشیدگی کے خطرناک مقامات کے متعلق ناوابستہ ممالک کے جانے پہچانے موقف کی تصدیق نو کی گئی تھی۔ سب کو یہ بھی معلوم ہے کہ اُس میں اشارہ کن ملکوں کی طرف کیا گیا ہے ۔

حالانکہ ریاستہائے متحدہ امریکہ اور اس کے ناٹو کے حلیفوں کے نام نہیں لئے گئے ہیں پھر بھی اعلان میں اس بڑی فوجی ، مالیاتی اور سیاسی حمایت کی مذمت کی گئی ہے ۔ جو اسرائیل کو دی گئی تھی ، ڈیگو گارشیا کے فوجی اڈے کی توسیع کا ذکر کیا گیا ہے ، نئے فوجی اڈوں کی تلاش اور بڑی طاقتوں کی نئی فوجی ساختوں کا ذکر کیا گیا ہے ،" کچھ بڑی طاقتوں" کے رویّے کی بنا پر بحر ہند کے متعلق بین الاقوامی کانفرنس منعقد کرنے میں غیر ضروری تاخیر کا ذکر کیا گیا ہے اور نامیبیا کی آزادی کو انگولا سے کیوبا کی فوجوں کی واپسی سے جوڑنے کی تمام کوششوں کو رَد کر دیا گیا ہے ۔ لیکن یہ بات سب کو معلوم ہے کہ وہ ریاستہائے متحدہ امریکہ ہے جو اسرائیل اور اس کی جارحیت کو مدد دے رہا ہے ، یہ کہ وہ ریاستہائے متحدہ امریکہ ہے جو ڈیگو گارشیا کے فوجی اڈے کی توسیع کر رہا ہے اور نئے اڈے تلاش کر رہا ہے ، یہ کہ وہ ریاستہائے متحدہ امریکہ ہے جس نے تعزیری محاذ کی طرف تیزی سے بھیجی جانے والی فوج اور مرکزی کمانڈ (سینٹ کوم) قائم کی ہے ، یہ کہ وہ ریاستہائے متحدہ امریکہ ہے جس نے بحر ہند کو خطۂ امن بنانے کے متعلق ہونے والی کانفرنس کے انعقاد میں رکاوٹ ڈالی اور انگولا سے کیوبا کی فوجوں کی واپسی سے جوڑ کر نامیبیا کی آزادی میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے ۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ ان تمام باتوں کے لئے کس کو ملزم گردانا جائے ۔ ناوابستہ ممالک کا عام سامراج مخالف موقف اصل میں اس سے نہیں بدل سکتا ہے کہ بین الاقوامی کشیدگی کی ذمہ داری صاف صاف لفظوں میں واشنگٹن اور اس کے قریب ترین حلیفوں پر ڈالی جائے یا اس کا ذکر گھما پھرا کر کیا جائے ۔

اندرا گاندھی نے کانفرنس میں کی جانے والی تقریر میں زور دے کر کہا تھا " سامراج کی مخالفت اب بھی ہمارا نقطۂ نظر ہے " عالمی امن اور سلامتی کے کلیدی مسائل کے تعلق سے کانفرنس نے جو فیصلے کئے وہ اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

امریکی سامراج کے خلاف کیوبا، نکاراگوا اور گرینڈا جو جدوجہد کر رہے ہیں کانفرنس نے اُس کی حمایت کی، مشرقِ وسطیٰ میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی عرب مخالف پالیسی اور جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت کے ساتھ واشنگٹن کی ساز باز کی مذمت کی اور سامراجی طاقتوں کے سامنے کئی سیاسی اور معاشی مطالبات رکھے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے موقف کی واضح طور سے مخالفت کرتے ہوئے اس نے مطالبہ کیا کہ ۱۹۸۴ء میں بحر ہند کے متعلق اور بحر ہند کو خطۂ امن میں تبدیل کرنے کے لئے ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کی جائے۔ اور یہ مطالبہ بھی کیا کہ بحر روم کو امن، سلامتی اور تعاون کے خطے میں تبدیل کیا جائے اور جنوب مشرقی ایشیا میں جلد از جلد امن، آزادی اور ناطرفداری کا خطہ بنایا جائے۔

واشنگٹن کے فوجی ماہرین سے اختلاف کرتے ہوئے کانفرنس میں شرکت کرنے والوں نے مطالبہ کیا کہ افغانستان اور کمپوچیا کے گرد نمودار ہونے والے حالات کا سیاسی حل تلاش کیا جائے۔ کانفرنس میں "کمپوچیا کے نمائندے" کی کرسی پر لون ووڈوم سنہانک کو بٹھانے کی ریاستہائے متحدہ امریکہ اور دوسرے سلسلہ جنبانی کرنے والوں کی سبھی کوششیں ناکام رہیں۔

جہاں تک نام نہاد " افغان سوال" کا تعلق ہے، جسے سامراجی اچھالنا چاہتے تھے اور دہلی کانفرنس اور ناوابستہ تحریک کو سامراج کی مخالفت کے راستے سے ہٹانے کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں، اس میں ایک دفعہ پھر سامراجی طاقتوں نے غلطی کی۔ اور اس میں کوئی تعجب بھی نہیں، اس لئے کہ بہت سے ناوابستہ ملکوں نے خود اپنے تجربوں کی بناپر، خصوصیت کے ساتھ لبنان کے بعد، یہ جان لیا تھا کہ جنگ اور فوجی مداخلت کا خطرہ اصل میں کس کی طرف سے ہے۔ (اسی سال بعد میں گرینیڈا پر ہونے والے حملے نے اس خطرے کی یاد تازہ کرادی)۔ اس کے علاوہ ناوابستہ تحریک اُس میں شریک ہر ملک کے اس حق کو تسلیم کرتی ہے کہ وہ کسی بھی دوسری ریاست سے فوجی امداد لے سکتا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ استعماری سلطنتوں کے خاتمے کے آخری مرحلے میں قوموں کی سیاسی آزادی کی جدوجہد زیادہ پیچیدہ ہوگئی تھی۔ آٹھویں دہائی کے نصف آخر میں ناوابستہ ممالک نہ صرف مجاہدین آزادی کی مدد کر رہے تھے بلکہ استعماریوں کی جارحیت کی راست مخالفت بھی کر رہے تھے اور ان سے جھگڑے نبٹانے کے طریقے تلاش کر رہے تھے۔

استعماری طاقتوں اور "ٹرسٹیوں" نے سابق استعماری سلطنتوں کے کچھ "حصوں" کا بین الحاق کر لیا ہے خاص طور سے چھوٹے چھوٹے علاقوں اور جزیروں کا اور انھیں اپنے "سمندر پار کے محکمے" کہتے ہیں یا انھیں "خصوصی حیثیت" دیتے ہیں اور اس طرح انھیں استعماریت کے چنگل سے آزاد کرانے کے عمل میں الجھن پیدا کردی ہے۔ اس قسم کے علاقے ہیں پیورٹو ریکو اور مائکرونیشیا جن پر ریاستہائے متحدہ امریکہ کا کنٹرول ہے اور دنیا کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سمندروں میں واقع کئی علاقے جن پر فرانس، برطانیہ، نیدر لینڈس، اسپین اور کچھ دوسرے ملکوں کا کنٹرول ہے۔ اس پالیسی کا نتیجہ فاک لینڈ جزائر (مالویناس) کے متعلق ۱۹۸۲ء میں ہونے والی جنگ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جب برطانیہ نے طاقت استعمال کر کے اسی جوش کے ساتھ جیسا اس وقت دکھایا جاتا تھا جب وہ استعماری سلطنت تعمیر کر رہا تھا اپنے "حق ملکیت"، کو استعمال کیا۔

اس کے علاوہ واشنگٹن کو اس میں بڑی دلچسپی تھی کہ برطانیہ اپنے اس حق پر عمل کرے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ بحر ہند میں برطانوی مقبوضات (ڈیگو گارشیا) اور بحر اٹلانٹک میں اس کے مقبوضات (اسینشن جزیرہ اور برموڈاس) مدتوں سے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے استعمال میں ہیں جہاں اس کے فوجی اڈے ہیں۔ آپ فرض کر سکتے ہیں، جیسا کہ دنیا کے اخبارات میں کہا جا رہا ہے، کہ اس معاملے میں بھی واشنگٹن اور لندن کے درمیان ایک سمجھوتہ کیا جا رہا ہے جس کی مخالفت کرنا کہیں زیادہ دشوار ہوگا۔ اس بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے کہ کئی چھوٹے چھوٹے جزیروں کو (بکینی، انی ویٹوک اور مائکرونیشیا میں خواجلین) پنٹیاگان نیوکلیائی اسلحہ کی آزمائش کرنے کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ناوابستہ اور دوسرے امن پسند ملکوں کی استعماریت کے خلاف جدوجہد لازمی طور سے جنگ کے خلاف اور سامراج کے خلاف کی جانے والی جدوجہد میں مل جائے گی۔

سامراج کی بڑھتی ہوئی جارحیت اور بین الاقوامی کشیدگی کی شدت استعماری نظام کی میراث کو ختم کرنے کے تاریخی عمل کو روک نہ سکی، اس عمل کو جو قومی آزادی کی تحریک کے نئے مرحلے کی نشان دہی کرتا ہے۔ نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کی ناوابستہ پالیسی روز بروز "نئی آزادی" حاصل کرنے کی طرف مائل ہوتی جاتی ہے یعنی معیشت، اطلاعاتی نظام اور قومی ترقی اور بین الاقوامی رشتوں کے دوسرے میدانوں کو استعماریت کے چنگل سے چھڑانے کی طرف — سامراجی طاقتوں کی استعماری پالیسیوں کی تجدید کے خلاف وہ کام کر رہی ہے۔

اندرا گاندھی نے کہا کہ یوں تو استعماریت کا دور ختم ہو گیا ہے لیکن غلبہ حاصل کرنے کی کوشش جاری ہے۔ اس وقت ناوابستہ تحریک اس رجحان کی مخالفت کرنے پر سب سے زیادہ توجہ دے رہی ہے جس کی بنیاد ہے معیشت اور بین الاقوامی رشتوں کے میدانوں میں ایشیا، افریقہ، لاطینی امریکہ اور اشیانا کے ملکوں کی استعماریت کی میراث کو استعمال کرنا۔ یہ کوئی اتفاقی امر نہیں ہے کہ ناوابستہ تحریک کی سب ہی چوٹی کانفرنسوں نے سب سے زیادہ توجہ استعماریت کو پوری طرح ختم کرنے کے مسئلے پر دی جس میں سب سے پہلی اور اہم بات تھی ناوابستہ ممالک کی معاشی آزادی جس پر جنگ اور امن کے مسئلوں کے ساتھ زور دیا گیا۔

نئی دہلی کی کانفرنس نے ایک دفعہ پھر بین الاقوامی معاشی رشتوں کی تشکیل نو اور ایک نئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بین الاقوامی معاشی نظام کے قیام کے ضروری مسئلے پر توجہ دی۔ کانفرنس میں منظور کئے جانے والے معاشی اعلان میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ امن اور ترقی کا انحصار ایک دوسرے پر ہے اور وہ ایک دوسرے سے پوری طرح جڑے ہوئے ہیں اور ان دونوں مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش بہ یک وقت کی جانی چاہئیے۔

ہوانا کانفرنس میں ایک اعلان کیا گیا تھا جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ ایک بین الاقوامی معاشی نظام کے قیام اور ترقی پذیر ممالک کے معاشی تعاون کے ایسے خطوط کا تعین کرنے کے لئے، جن کا مقصد ہو اجتماعی خود کفالت میں اضافہ کرنا، عالمی سطح پر مذاکرات شروع کئے جائیں۔ اس اہم مسئلے کے تعلق سے نئی دہلی کی کانفرنس نے ناوابستہ تحریک کے موقف کو زیادہ ٹھوس شکل دی۔ اس نے تسلیم کیا کہ منصفانہ اور جمہوری خطوط پر بین الاقوامی رشتوں کی تشکیل نو نہیں ہوئی اور "شمال جنوب کے مذاکرات" نہیں ہو سکے، نئے نئے آزاد ہونے والے ملکوں کی اہم ضرورتوں کو پورا کرنے کے ضروری اقدامات کا مطالبہ کیا اور مختلف معاشی میدانوں میں ترقی پذیر ممالک کے درمیان ذیلی علاقائی، علاقائی اور بین العلاقائی تعاون کے لئے تنظیمی اور دوسرے طریقوں پر غور کیا۔ لیکن اس نے یہ ظاہر کر دیا کہ ترقی پذیر ممالک کی اجتماعی خود کفالت یعنی "جنوب ـ جنوب" کا تعاون شمال ـ جنوب کے تعاون کا نعم البدل ہے اس کی جگہ لے سکتا ہے۔ اسے تو محض ایک نئے بین الاقوامی معاشی نظام کے قیام کی طرف ایک قدم سمجھنا چاہئیے۔

ناوابستہ تحریک کی معاشی ترقی کے پروگرام کے لئے وہ مطالبات بڑی اہمیت رکھتے تھے جو کانفرنس میں کئے گئے۔ اگرچہ ان میں سے بہت سے مطالبات عام اصطلاحات میں کئے گئے تھے لیکن یہ ظاہر تھا کہ روئے سخن کدھر ہے۔ اس بات کا خصوصیت کے ساتھ اطلاق نئی دہلی کے پیغام پر ہوتا ہے جس میں کہا گیا ہے "دنیا میں کشیدگی، تصادم اور تشدد کی اہم ترین وجوہ ہیں ناقابل برداشت نابرابری اور استحصال جنھیں استعماریت اور سامراج نے جنم دیا ہے۔"

چنانچہ جب کانفرنس نے بین الاقوامی زر ـــ مالیات کے نظام کی تشکیل نو کا مطالبہ کیا، جس پر بہت سے ترقی یافتہ ممالک کو غلبہ حاصل ہے، تو یہ بات ظاہر تھی کہ یہ مطالبہ کس سے کیا جا رہا ہے۔ کانفرنس کے فیصلوں میں ٹرانس نیشنل کارپوریشنوں کی پالیسیوں اور کام کے طریقوں کی مذمت کی گئی جن کا مقصد ہے ترقی پذیر ممالک کے وسائل کا استحصال کر کے اور ان کی معیشتوں کو مفلوج بنا کے بڑے بڑے منافع حاصل کرنا۔

مجموعی اعتبار سے نئی دہلی کی کانفرنس نے جنگ کو روکنے اور سامراج اور استعماریت کی ہر شکل اور مظہر کے خلاف ترقی پسند قوتوں کی جد و جہد کو بڑی تقویت دی۔ ناوابستہ ممالک اور دوسری امن پسند

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ریاستیں دونوں اس کی اہمیت کو تسلیم کرتی ہیں۔ اس کی فیصلوں کی حمایت سوویت یونین اور سوشلسٹ برادری کے دوسرے ملکوں میں کی گئی ہے۔

اس کے برعکس نئی دہلی کی کانفرنس میں جو کچھ ہوا اس پر سامراجی طاقتیں اپنی مایوسی کو چھپا نہ سکیں۔ وہاں ایسے فیصلے کئے گئے جن میں ناوابستہ ممالک کے مفادات اور موقفوں کی حمایت کی گئی تھی۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کی رائے میں آخری اعلان کئی اعتبار سے ایک غیر متوازن اور نزاعی دستاویز تھی جس میں ناوابستگی کے اصولوں کی عکاسی نہیں کی گئی تھی۔ لیکن اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کو واقعی کس بات پر غصہ تھا؟ یہ بات ان کے ۱۵ مارچ ۱۹۸۳ء کے بیان میں دیکھی جاسکتی ہے جس کے مطابق ریاستہائے متحدہ امریکہ کی "غیر منصفانہ تنقید" اور سوویت یونین کی تنقید کی عدم موجودگی نے اعلان کے اعتبار و استناد کو کم کر دیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کا خیال ہے کہ اس کا فیصلہ کہ ناوابستگی کیا ہے ناوابستہ ممالک کے بجائے خود وہ کر سکتا ہے۔ لیکن کانفرنس کے فیصلوں کو ناپسند کرنے کے باوجود ریاستہائے متحدہ امریکہ کا اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ ناوابستہ تحریک کے سامراج مخالف رویئے کو بدلنے میں ناکام رہا۔

کیوبا اور ہوانا کانفرنس کے خلاف مغرب کا توہین آمیز پرچار اور نئی دہلی میں زیادہ اعتدال سے کام لینے کے لئے ناوابستہ ممالک پر ڈالا جانے والا دباؤ بے سود ثابت ہوا۔

نئی دہلی کی کانفرنس کے شروع میں اندرا گاندھی کے نام اپنے پیغام تہنیت میں صدر ریگن نے کہا تھا کہ ۱۹۶۱ء کی طرح ریاستہائے متحدہ امریکہ ان اصولوں کا احترام کرتا ہے جن پر ناوابستہ تحریک کی بنیاد قایم ہے۔ لیکن ناوابستہ ممالک ریاستہائے متحدہ امریکہ کی پالیسی کو اپنی پالیسی کے مشابہ نہیں سمجھتے ہیں بلکہ اس کو مخاصمانہ قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ ایک دفعہ پھر اس کی تصدیق ہوگئی کہ ناوابستہ ممالک کی کانفرنسیں چاہے لوساکا میں ہوں، ہوانا میں ہوں یا نئی دہلی میں ان کا سامراج مخالف رجحان واضح ہوتا ہے۔ یہ ملک امریکہ کے خلاف اور سامراج کے خلاف فیصلے نیویارک میں بھی کرتے ہیں جب ان کے کوآرڈینیٹنگ بیورو کی میٹنگ وہاں ہوتی ہے۔

ان کے اہم قومی مفادات ناوابستہ ممالک کو اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ وہ سامراجی طاقتوں اور اجارہ داریوں کی توسیع پسندانہ پالیسی کے خلاف جدوجہد کریں۔ اس کی جارحیت اور غارت گرانہ کارروائیوں کی بنا پر واشنگٹن پر تنقید کی جاتی ہے جو بین الاقوامی کشیدگی میں اضافہ کرتی ہیں اور ناوابستہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ممالک کے حالات کو بگاڑتی ہیں۔ یگوسلاویہ کی لیگ آف کمیونسٹس کی مرکزی کمیٹی کی مجلس صدارت کے رکن ایم۔ لینچ نے ایک دفعہ وہاں کے اخبار و جسنک میں لکھا تھا " ریگن انتظامیہ کی پالیسی اس کے لئے بہانہ اور سازگار موقع فراہم کرتی ہے"

نئی دہلی کی کانفرنس کے بعد ریاستہائے متحدہ امریکہ اور دوسری سامراجی طاقتیں ناوابستہ تحریک اور دنیا کی دوسری ترقی پسند قوتوں کے ساتھ اس کے دفاعی اتحاد کے خلاف نظریاتی اور سیاسی تخریبی کارروائیاں کر رہی ہیں۔

اب انتہائی سخت جان سابق استعماریوں اور نو استعماریوں کو بھی نئے نئے آزاد ہونے والے ملکوں کے لوگوں کے جذبات سے نبٹنا پڑے گا۔ چنانچہ وہ نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کے اقتدار اور آزادی کے "ضامن" بن کر سامنے آرہے ہیں جیسے "اسلام کے محافظ" "یا" عدم مداخلت کے اصولوں کے چیمپین"۔

بڑھتی ہوئی موجودہ بین الاقوامی کشیدگی کے سیاق وسباق میں مغرب کے پرچار کرنے والے "حقیقی ناوابستگی" یا بلاکوں سے برابر کی دوری" کے تصور کو بڑھانے پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں۔

کیا سامراجی جو کچھ دن پہلے ناوابستگی کو" بداخلاقی" سے تعبیر کرتے تھے اتنے بدل گئے ہیں کہ اب وہ ناوابستہ تحریک کی پاکی کے ضامن بن گئے اور کس قسم کی" حقیقی ناوابستگی" کی سامراجیوں کو اتنی فکر ہے؟" برابر کی دوری" سے انکا مقصد کیا ہے؟

دقت نظر سے اگر اس کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان تصورات کی جو تشریح وہ کرتے ہیں اس میں اور ناوابستہ ممالک کی تشریح میں کوئی بات مشترک نہیں ہے۔ "حقیقی ناوابستگی" "یا" برابر کی دوری" کی ریا کارانہ ہمت افزائی کا مقصد ہے ناوابستہ تحریک کے سامراج کی مخالفت کے روایتی رجحان کو کمزور بنانا، دنیا کے میدان میں اس تحریک کو ناطرفدار بنانا اور آخری بات یہ کہ اس بات کی ضمانت کرنا کہ سیاسی اور معاشی رشتوں کے تمام بین الاقوامی میدانوں میں ناوابستہ ممالک مغرب کے ساجھی دار بن جائیں۔

واقعہ یہ ہے کہ حالیہ برسوں میں واشنگٹن نے "حقیقی ناوابستگی" کی حمایت کرنے کے علاوہ ناوابستہ ممالک کو قومی آزادی کے خطوں میں اپنی چودہراہٹ کی اسکیموں اور سرگرمیوں میں شامل کرنا شروع کر دیا ہے۔ واشنگٹن کی اب یہ پالیسی ہے کہ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ میں ناوابستہ ممالک کو اپنی اسکیموں اور سرگرمیوں میں شامل کیا جائے تاکہ اس کی جارحانہ کارروائیوں کو لوگ عزت کی نظر سے دیکھ سکیں۔ وہ ناوابستہ ممالک کو اس پر تیار کرتا ہے کہ وہ ناوابستہ تحریک کے اصولوں اور فیصلوں کی اور ترقی پذیر دنیا میں پائے جانے والے رجحانات کی مخالفت کریں۔ اس کی جدید ترین مثال ہے ۱۹۸۳ء میں گرینڈا پر کئے جانے والے حملے میں سینٹ لوشیا اور بار باروس کو شریک کرنا جو ناوابستہ ممالک ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

واشنگٹن باہمی امداد کے بین الامریکی معاہدے یا ریودی جنیرو کے معاہدے کو زندہ رکھنے کی ہر امکانی کوشش کر رہا ہے جس پر ریاستہائے متحدہ امریکہ اور لاطینی امریکہ کے کئی ملکوں نے دستخط کئے تھے اور آنزک کے فوجی بلاک کو فعال بنانے کی کوشش کر رہا ہے جس کے ذریع سنگاپور اور ملیشیا، جو ناوابستہ تحریک میں شامل ہیں، ریاستہائے متحدہ امریکہ اور برطانیہ کی حکمت عملی سے جڑے ہوئے ہیں۔ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے اور بھی ناوابستہ ممالک ریاستہائے متحدہ امریکہ کی مشترکہ فوجی مشقوں میں پھانسے جاتے ہیں۔ ایشیا اور افریقہ کے ناوابستہ ممالک میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی محاذ کی طرف تیزی سے بھیجی جانے والی فوج کے اڈوں کا جال پھیلا جا رہا ہے۔ اس کا صاف صاف اظہار کیا جاتا ہے کہ ان کارروائیوں کا مقصد ہے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے مفادات کی حفاظت کرنا۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے سکریٹری آف اسٹیٹ جارج شلٹز نے کہا ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ محض یورپ اور امریکہ کے علاقوں سے کارروائی کر کے اپنے مفادات کا تحفظ نہیں کر سکتا ہے۔ اس کے مطابق ریاستہائے متحدہ امریکہ کو تیسری دنیا کے ملکوں کے تعاون کی ضرورت ہے تاکہ اسے وہاں سے گزرنے، ایندھن حاصل کرنے اور فوجی اڈے بنانے کا حق مل جائے۔ بات یہ ہے کہ وہ محاذ کی طرف تیزی سے بھیجی جانے والی فوج میں چاہے کتنا ہی اضافہ کیوں نہ کرے لیکن وہ اسے استعمال اس وقت تک نہیں کر سکے گا جب تک تیسری دنیا میں اس کے ایسے دوست موجود نہ ہوں جو اسے اپنے علاقوں میں سہولتیں مہیا کر سکیں۔

"سوویت خطرے" کی خیالی کہانی کے متعلق چیخ پکار کر کے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے نو استعماری اس کی ہر امکانی کوشش کر رہے ہیں کہ اپنے حلیفوں کی استعماری سلطنتوں کے کھنڈروں پر اپنی سلطنت کی بنیاد رکھیں، اپنی وہاں فوجی موجودگی کو مستحکم بنائیں اور ناوابستہ ممالک کو دنیا کی سرمایہ دار معیشت اور پالیسی سے زیادہ سے زیادہ جوڑ دیں۔ اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ ساتویں دہائی کے اوائل میں ریاستہائے متحدہ امریکہ نے صرف بلاکوں سے تعلق نہ رکھنے والے ان ملکوں کو "حقیقت میں ناوابستہ" کہا تھا جن کی خارجہ پالیسی مغرب کی پالیسی کے قریب تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دو آدمی ایک ہی کام کو ایک جیسا نہیں کرتے

کسی بھی دباؤ کے خلاف دو قسم کے ردعمل ہو سکتے ہیں یعنی احتجاج اور مخالفت یا تسلیم ورضا اور اطاعت۔ مغرب کے دباؤ کا راست یا بالواسطہ اثر ناوابستہ ممالک کی پالیسی پر پڑتا ہے۔ ان ملکوں کی معروضی معاشی دشواریوں اور بین الاقوامی حالات کی خرابی کی بناپر حالیہ برسوں میں اس دباؤ کی وجہ سے ناوابستہ تحریک میں حصہ لینے والے زیادہ تذبذب سے کام لینے لگے ہیں۔ ان حالات میں ناوابستہ ممالک نے عالمی سیاست اور عالمی معیشت میں اپنے مقام کا تعین کرنے کے لئے اپنی کوششیں بڑھادی ہیں۔

دنیا کو جنوب کے "غریب" اور شمال کے "دولت مند" ملکوں میں بانٹنے کے قدیم تصور کے بعد، جو خود بھی مغرب کی دین تھا، "برابر کی دوری" اور "حقیقی ناوابستگی" کے تصور ناوابستہ ممالک میں پھیلنے لگے ہیں۔ یہ تصور ناوابستہ ممالک کو لازمی طور سے تمام بڑی طاقتوں کا مخالف بنادیتا ہے۔ اس کے مطابق اس وقت کشیدگی میں جو اضافہ ہوا ہے وہ نتیجہ ہے ان بڑی طاقتوں کی "رقابت کا۔ دوسرے الفاظ میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری ریاستہائے متحدہ امریکہ اور سوویت یونین دونوں پر ہے اور ناوابستہ تحریک کو ایک سے مطالبے دونوں سے کرنے چاہئے۔ اس کے علاوہ کہا جاتا ہے کہ ناوابستہ تحریک کے نہ کوئی قدرتی حلیف ہیں نہ قدرتی دشمن اور ہو بھی نہیں سکتے ہیں اور یہ کہ یہ ایک "تیسری طاقت" ہے جو عالمی میدان میں فیصلہ کن رول ادا کر رہی ہے۔ اس قسم کے تصورات کی مشتہری کوئی اتفاقی امر نہیں ہے۔

اب ان اہم سوالوں کے متعلق ذہنوں میں جو پراگندگی پیدا کی جارہی کہ عالمی سیاست میں ناوابستہ تحریک کو کس کی طرف ہونا چاہئے اور کون اس کے دشمن ہیں اور کون اس کے دوست ان سے اُسے سامراج کی مخالفت کے راستے سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ اور جو لوگ "برابر کی دوری" اور "حقیقی ناوابستگی" کے تصور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو قبول کرتے ہیں وہ دوسروں سے علیحدہ اور سامراج مخالف قوتوں کی حمایت سے محروم ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ نو استعماری اس کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔

بدقسمتی یہ ہے کہ "برابر کی دوری" اور "حقیقی ناوابستگی" کے تصور کے انعکاسات کسی نہ کسی حد تک کچھ ناوابستہ ممالک کی پالیسیوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر کہا جاتا ہے کہ "برابر کی دوری" ایک مستقل حیثیت نہیں ہے اور "حقیقی" اور "پاک" ناوابستگی کے الفاظ میں یہ خواہش مضمر ہے کہ خاص خاص مسائل پر اپنے موقف اختیار کرنے کے بعد دوسرے مسئلے پر سوویت یونین کے خلاف موقف اختیار کیا جا سکے۔

یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ناوابستہ ممالک آزاد سیاسی تصورات رکھنا چاہتے ہیں۔ قومی آزادی کی تحریک کا یہ منطقی نتیجہ ہے اور نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کے اس قدرتی رجحان کی عکاسی کرتا ہے کہ وہ اپنی سیاسی آزادی کو تقویت دینا چاہتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ آج ناوابستہ ممالک کو شامل کئے بغیر کوئی بڑا مسئلہ حل کرنا ممکن نہیں ہے اور اکثر اوقات ان مسائل کے حل کا انحصار خود ان پر ہوتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ اس مسئلے پر بحث کی جا رہی ہے کہ حقیقی ناوابستگی کیا ہے اور یہ کہ اسے سامراج مخالف ہونا چاہئے یا "برابر کی دوری" رکھنی چاہئے۔ اگر معروضی حقایق پر اس کی بنیاد قایم ہو تو اس بحث سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ لیکن "برابر کی دوری" اور "حقیقی ناوابستگی" کے پورے تصور کی کمزوری بھی اس میں پائی جاتی ہے۔ کیوں؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ آج کی عالمی سیاست میں جب تہذیب بلکہ زمین پر زندگی کے لئے خطرہ پیدا ہو گیا ہے "برابر کی دوری" کی بات کرنا محض خیال پرستی ہے۔ یہ ایک خیالی تصور ہے جو حقایق سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتا ہے۔ آج کوئی بھی امن اور ترقی سے ایک خیالی تصور کی وکالت نہیں کر سکتا ہے اور ناطرفدار نہیں رہ سکتا ہے۔ رسالہ یو ایس اے ٹوڈے سے مارچ ۱۹۸۴ء میں ایک انٹرویو کے دوران اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ ان کے خیال میں کوئی سوچنے سمجھنے والا انسان ناطرفدار نہیں ہو سکتا ہے۔ آپ کو کسی نہ کسی بات کی حمایت کرنی ہوتی ہے اور دنیا میں نمودار ہونے والے کچھ حالات کی مخالفت کرنی ہوتی ہے اس بیان کو "برابر کی دوری" کی تنسیخ سمجھا جا سکتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ "حقیقی ناوابستگی" کے جھنڈے کے نیچے جس تصور کو جنم دیا گیا ہے وہ عمل کے منافی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی کسی خاص بین الاقوامی مسائل کے تعلق سے ایسا موقف اختیار کیا جاتا ہے جو نہ بایاں ہو، نہ دایاں ہو اور نہ درمیانی تو وہ لازمی طور سے ایسے موقف میں بدل جاتا ہے جو بایاں ہوتا ہے یا دایاں ہوتا ہے یا درمیانی۔ اس میں شک نہیں کہ ہر شخص کو اس کا حق حاصل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے کہ وہ دوسروں کی حیثیتوں کے متعلق فیصلے کرے لیکن یہ بات کسی طرح ممکن نہیں کہ کوئی شخص عالمی میدان میں اس طرح عمل کرے جیسے وہ کسی غیر آباد جزیرے میں رہ رہا ہو۔ چاہے کوئی کتنا ہی چاہے کہ نا وابستہ تحریک کو بین الاقوامی سیاست میں اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے لیکن حقیقت میں یہ ممکن نہیں ہے۔ ایک ایسی دنیا میں جو دو مخالف سماجی نظاموں میں بٹی ہوئی ہے اور جس میں بین الاقوامی مفادات، مسائل اور واقعات ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر منحصر ہیں عملاً یہ ممکن نہیں ہے کہ مخالف قوتوں اور رجحانوں کے تعلق سے یکساں رویہ اختیار کیا جائے۔

ایک دوسرے کے خلاف دو فوجی۔سیاسی بلاک ہیں یعنی ناٹو اور وارسا معاہدے کی تنظیم۔ اول الذکر میں ریاستہائے متحدہ امریکہ، کناڈا اور مغربی یورپ کی سرمایہ دار ریاستیں شامل ہیں اور آخر الذکر مشتمل ہے سوویت یونین اور سوشلسٹ برادری کے یورپی ممالک پر۔ بلاک کی پالیسی کی ابتدا کس نے کی؟ ناٹو کا قیام ۱۹۴۹ء میں عمل میں آیا تھا اور وارسا معاہدے کی تنظیم چھ سال بعد ۱۹۵۵ء میں معرض وجود میں آئی۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ سوویت یونین بار بار سامراجی جارحیت کا شکار ہو چکا تھا اور یہ کہ دوسری عالمگیر جنگ کے دوران سوویت یونین کے ۲۰ ملین شہری کام آئے تھے۔ اس کے علاوہ اس کے ہزاروں شہر اور گاؤں برباد ہو گئے تھے۔

سوویت یونین اور سوشلسٹ برادری کے دوسرے ملکوں نے دنیا کو بلاکوں میں تقسیم کرنے کی ہمیشہ مخالفت کی ہے اور آج بھی اس کے خلاف ہیں۔ انہوں نے بار بار تجویز پیش کی ہے کہ ناٹو اور وارسا کے معاہدے کی تنظیم کو بہ یک وقت ختم کر دیا جائے۔ اگر مغرب نے اس تجویز کو نظر انداز کیا تو اس کی ذمہ داری ان پر نہیں ہے۔ سوویت یونین چودھراہٹ کا خواہش مند نہیں ہے۔ اسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ سوویت کے لوگوں کو، جو کمیونزم تعمیر کر رہے ہیں، اس کی ضرورت ہے کہ دنیا میں بلاک نہ ہوں، اسلحہ کی دوڑ نہ ہو اور دوسروں کے داخلی معاملات میں طاقت کا استعمال نہ کیا جائے اور سبھی ریاستوں کے درمیان پر امن بقائے باہمی اور مساوی اور باہمی مفید تعاون ہو۔

عالمی میدان میں سوویت یونین اور ریاستہائے متحدہ امریکہ اور سوشلسٹ برادری اور ناٹو نظریاتی اعتبار سے ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور شدید سیاسی جدوجہد کر رہے ہیں۔ لیکن کیا اس کے معنی ہیں کہ ان کی کارروائیوں کا سیاسی جائزہ ایک سا ہو گا؟ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

ایک لاطینی کہاوت ہے کہ جب دو آدمی ایک سا کام کرتے ہیں تو وہ ایک سا نہیں ہوتا ہے۔ کچھ حالات میں چیزوں کو ڈھونڈ نکالنا آسان ہوتا ہے۔ جب دو آدمیوں میں لڑائی ہو رہی ہو جن میں ایک بدنام غنڈا ہو اور دوسرا امن پسند شہری جو اپنا دفاع کر رہا ہو تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقاصد بالکل مختلف ہیں اور ان میں سے کس کی حمایت کی جانی چاہئے۔ لیکن یہ بات معلوم کرنا اس سے بہت زیادہ دشوار ہوتی ہے کہ بین الاقوامی جھگڑے کے پیچھے کیا ہے اور یہ کہ بین الاقوامی رشتوں کے میدان میں حقیقت میں کیا ہو رہا ہے تاکہ ان میں سے ہر فریق کے رول کو سمجھا جا سکے اور اپنے موقف کا فیصلہ کیا جا سکے۔ اپنے مفادات کے تحفظ میں قدرتی طور سے ناوابستہ ممالک کو مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اور دنیا میں اپنے حلیفوں کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ ان کے بہترین مفادات کا تقاضا ہے کہ وہ چیزوں کو سمجھیں اور یہ جانیں کہ کون ان کے دوست ہیں اور کون دشمن۔

"عالمی میدان میں رقابت" کی بات کی جاتی ہے اور دونوں بلاکوں کو ایک ہی سطح پر رکھا جاتا ہے اور "بڑی طاقتوں" کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے معنی ہیں سوویت یونین اور ریاستہائے متحدہ امریکہ۔ لیکن اس بات پر زور دیا جانا چاہئے کہ حقیقت میں دونوں فریقوں کے مقاصد ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ دو سماجی۔ معاشی نظاموں کے درمیان ہونے والے مقابلے اور خارجہ پالیسی کے میدان میں ان کے درمیان ہونے والی صف بندی کو اگر "رقابت" کہا بھی جا سکے تو سوال یہ ہے کیا یہ بات ناوابستہ ممالک کے مفادات میں ہوگی کہ سوویت یونین اس "رقابت" سے ہٹ جائے۔ اس کا جواب ہے نہیں۔ عالمی سامراج کی سیاسی اور معاشی مخالفت کرتے وقت بہت سے ناوابستہ ممالک حفاظت اور حمایت کے لئے سوویت یونین اور پوری سوشلسٹ برادری کی طرف دیکھتے ہیں۔ لیکن سامراج کے ٹکراؤ (رقابت) کے بغیر ان کی حفاظت اور حمایت کیسے کی جا سکتی ہے؟ یا کیا سوشلسٹ ممالک کو ایک طرف کھڑا ہو جانا چاہئے اور سامراجی طاقتوں اور اجارہ داریوں کا سامنا کرنے کے لئے ناوابستہ ممالک کو تنہا چھوڑ دینا چاہئے؟

اس سوال کا جواب "برابر کی دوری" اور "حقیقی ناوابستگی" کا نظریہ نہیں دیتا ہے اور نہیں دے سکتا ہے اس لئے کہ وہ بین الاقوامی رشتوں کے معروضی عمل کے خلاف ہے۔

ناوابستہ ممالک کا سیاسی عمل اور بہت سے کلیدی بین الاقوامی مسائل کے تعلق سے ان کے فوروں کے فیصلے دنیا میں ناوابستہ تحریک کے رول کی وضاحت کرنے کے لئے کافی ہیں۔

"جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اہم ترین سیاسی اور معاشی مسئلوں اور نزاعوں کا جائزہ لیتے وقت اور اپنے مطالبوں کو شکل دیتے وقت ناوابستہ ممالک کی اکثریت ناطرفدار "برابر کی دوری" کے موقف کے بجائے سامراج مخالف موقف اختیار کرتی ہے۔

ناوابستہ ممالک میں کچھ ایسے ہیں جو خفیہ طور سے مغرب کے ساتھ بھاڑے کے ٹٹوؤں کے طور پر معاملہ کرتے وقت "حقیقی ناوابستگی" کے متعلق چیخ پکار کرتے ہیں۔ اس قسم کی "برابر کی دوری" ریاستہائے متحدہ امریکہ کے جارحانہ منصوبوں اور کارروائیوں میں قریب قریب شرکت کا حکم رکھتی ہے جن کا رخ سوشلسٹ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

برادری اور ترقی پذیر ممالک دونوں کی طرف ہے۔ مثال کے طور پر اپنے علاقوں میں واقع بدیسی فوجی اڈوں کو مسمار کرنے کا مطالبہ کرنے کے بجائے وہ ملک سامراجیوں کو خصوصی مراعات دیتے ہیں اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کی محاذ کی طرف تیزی سے بھیجی جانے والی فوج کے لئے اڈے فراہم کرتے ہیں۔ ہندوستان کے اخبار نیشنل ہیرالڈ نے مئی ۱۹۸۴ء کے ایک شمارے میں اس قسم کے دوسرے ملکوں میں صمالیہ، سوڈان، مراقش اور پاکستان کا ذکر کیا تھا جنھوں نے ایسی کارروائیاں کر کے جن سے امریکی سامراج کو فائدہ ہوا ناوابستہ تحریک کے فیصلوں کی خلاف ورزی کی۔ اس میں کوئی تعجب نہیں کہ سامراجی طاقتیں "حقیقی ناوابستگی" کی مدح سرائی کرتی ہیں اور ناوابستہ ممالک کو اس راستے کی طرف ڈھکیلنے کی کوشش کرتی ہیں۔ سیاست کا ایک سنہرا اصول ہے۔ اگر تمہارا دشمن تمہاری تعریفیں کرتا ہے تو یہ معلوم کرنے کا وقت آگیا ہے کہ تم نے کونسا ایسا کام کیا جس سے اسے فائدہ ہوا اور خود تمہیں نقصان۔

یہ کہنا کہ ناوابستہ تحریک "برابر کی دوری" رکھتی ہے اور ایک علیحدہ "تیسری طاقت" ہے جو عالمی میدان میں سرکردہ حیثیت رکھتی ہے۔ بلاشبہ تحریک کے بڑے مگر محدود امکانات کے متعلق مبالغہ آرائی ہوگی۔ اس کو کامیابی کے نشے کی علامت اور غالباً اس واقع کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش سے تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ اپنے ترقیاتی پروگراموں اور سرگرمیوں کے لئے ناوابستہ تحریک امداد اور حمایت کی خاطر سوشلسٹ ممالک پر تکیہ کرسکتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا ناوابستہ تحریک کو حلیفوں کی ضرورت ہے؟ یہ کون ہیں؟

اس واقعے سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ناوابستہ ممالک کے مشترکہ یا یکساں مفادات ہیں اور یہ کہ سوشلسٹ برادری کے ساتھ تعاون ان کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اپنے مفادات کی حفاظت کرنے کے لئے ناوابستہ تحریک کو امن اور تعاون کے لئے اور سامراج کے جرائم کے خلاف کی جانے والی جدوجہد میں لازمی طور سے دنیا کی دوسری سامراج مخالف قوتوں کے ساتھ مل کر کام کرنا ہوتا ہے۔

ریکارڈ ظاہر کرتے ہیں کہ امن اور ترک اسلحہ اور استعماریت کے خاتمے کے سوالوں پر ناوابستہ ممالک کا موقف ریاستہائے متحدہ امریکہ کے بجائے زیادہ تر سوویت یونین کے موقف سے مطابقت رکھتا ہے (اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ۳۸ویں اجلاس میں ۱۰۰ میں سے ۸۰ موقعوں پر)۔ بین الاقوامی میدان میں ناوابستہ ممالک کے مفادات کی سوشلسٹ ممالک کے مفادات سے معروضی قربت کا اس کو کافی ثبوت سمجھا جانا چاہئے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ مسائل کے تعلق سے ان میں پائے جانے والے اختلافات کے باوجود ناوابستہ اور سوشلسٹ ممالک تاریخی اعتبار سے سامراج کے خلاف جدوجہد میں ایک دوسرے کے قدرتی حلیف ہیں۔

عالمی حالات اور بین الاقوامی تنظیموں کی سرگرمیاں بھی صاف صاف ظاہر کرتی ہیں کہ ناوابستہ اور سوشلسٹ ممالک کا اتحاد اس کی ضمانت کرتا ہے کہ سامراجی طاقتوں اور اجارہ داریوں کے عزائم پر روک لگانے میں کامیابی ہوگی جو دنیا پر غلبہ حاصل کرنا اور اسے لوٹنا چاہتی ہیں۔

سامراج کے خلاف جدوجہد میں اور ناوابستگی کی پالیسی پر عمل کرنے کا حق حاصل کرنے کے لئے نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستیں بلاواسطہ یا بالواسطہ طور سے سوویت یونین اور پوری سوشلسٹ برادری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی مدد پر تکیہ کرتی ہیں جن کے پاس ضروری فوجی اور معاشی طاقت موجود ہے اور جو قومی آزادی کے انقلاب اور ناوابستہ تحریک کی حمایت کرتے ہیں۔ اگر اس قسم کی مدد اسے نہ ملی ہوتی تو جیسی ناوابستہ تحریک آج دیکھنے میں آتی ہے وہ صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہوتی۔ سامراجی ابتدا ہی میں اسے ختم کر دیتے۔

کیوبا ایک سرکردہ ناوابستہ ملک ہے جس کے لوگوں نے اپنے تجربے کی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ کیوبا کے وزیر اعظم فیڈرل کاسترو نے کہا۔

"اگر سوویت یونین نہ ہوتا تو خام مال کے وسائل کی کمی اور توانائی کے بحران کے زمانے میں سرمایہ دار ملک بغیر کسی ہچکچاہٹ کے دنیا کو تقسیم کر لیتے۔ اگر سوویت یونین نہ ہوتا تو چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو جو آزادی حاصل ہے، اپنی قدرتی دولت پر دوبارہ کنٹرول حاصل کرنے کے لئے ان کے لوگ جو کامیاب جدوجہد کر رہے ہیں یا قوموں کے جلسوں میں جتنے موثر انداز سے ان کی آواز اب گونجتی ہے اس کو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔" اس کا قسم کا تجربہ کئی اور ناوابستہ ممالک کو بھی ہوا جن میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔ الجیریا، مصر، گائنا، بنگلہ دیش، انگولا، ویت نام اور نائجیریا۔

نہ صرف فیڈرل کاسترو بلکہ دوسرے ناوابستہ ممالک کے رہنماؤں نے بھی سوویت یونین اور اس کی مدد کے مثبت رول کا کھل کر اعتراف کیا ہے۔ جمال عبدالناصر نے کہا تھا "یہ بے لوث اور غیر مشروط امداد ہے۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا ہوں کہ اگر سوویت یونین مدد نہ کرتا تو ہماری حیثیت کیا ہوتی۔ سوویت یونین اور دوست ملکوں کے بغیر ہم اس طرح آواز بلند نہیں کر سکتے جیسے آج کرتے ہیں۔" انگولا کے پہلے صدر اگوستینیو نیٹو نے کہا کہ "ہماری تاریخی ترقی میں اور آزادی اور قومی تعمیر نو کی ہماری جدوجہد میں سوویت یونین کی مدد نے بہت اہم رول ادا کیا ہے۔"

بعد میں "برابر کی دوری" اور "حقیقی ناوابستگی" کے جو سوال اٹھائے گئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جمال عبدالناصر اس وقت ان کا جواب دے رہے تھے جب انہوں نے کہا "آپ خیر اور شر کو یکساں نہیں سمجھ سکتے ہیں جس طرح آپ دوست اور دشمن کو یکساں نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ وہ لوگ جو بین الاقوامی میدان میں ہماری حمایت کرتے ہیں، ہماری مدد کرتے ہیں، ہمیں اسلحہ مہیا کرتے ہیں اور ہر طرح کی ہماری امداد کرتے ہیں وہ ہمارے دوست ہیں۔ جو لوگ بین الاقوامی میدان میں ہمارے دشمنوں کی حمایت کرتے ہیں جو تمام بین الاقوامی اصولوں اور ضابطوں کے منافی ہے اور ہمارے خلاف لڑنے اور ہمیں قتل کرنے کے لئے انہیں اسلحہ مہیا کرتے ہیں وہ ہمارے دشمن ہیں۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ سوویت یونین ہمارے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتا ہے اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کا رویہ ہماری طرف مخاصمانہ ہے۔" ان ناوابستہ ملکوں کو بھی اسی نتیجے پر پہنچنا پڑا جنھیں بحرانی حالات میں ان کے سیاق و سباق سے ہٹ کر سوچنے کے بجائے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عملی سطح پر فیصلہ کرنا پڑا کہ کون ان کے دوست ہیں اور کون دشمن۔

سوویت یونین اور سامراج مخالف نا وابستہ تحریک کے دشمنوں کی تمام تر سازشوں کے باوجود بہت سے ناوابستہ ممالک (ہندوستان، سیریا، عراق، ایتھوپیا، انگولا، موزمبیق وغیرہ) نے سوویت یونین کے ساتھ دوستی اور تعاون کے معاہدے کر لئے ہیں۔ ان تمام معاہدوں میں ایسی دفعات شامل ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ سوویت یونین دوسرے فریق کی ناوابستہ پالیسی کا احترام کرتا ہے۔ ان کے درمیان تجارت اور معاشی، سائنسی، تکنیکی اور تہذیبی تعاون کے تعلق سے بہت سے معاہدے بھی ہوئے ہیں۔

ان معاہدوں اور سمجھوتوں پر عمل کے دوران ناوابستہ ممالک نے اپنے تجربے سے سیکھ لیا ہے کہ سوویت یونین کے ساتھ تعاون ان ترقی پسند اصولوں کے عمل درآمد کی مثال پیش کرتا ہے جن کا قیام بین الاقوامی رشتوں میں وہ دیکھنا چاہیں گے۔ سوویت یونین کے ساتھ ان کے رشتوں میں پرانے نظام کی تشکیل نو کا مسئلہ درپیش نہیں ہے جن پر سابق استعماری طاقتوں اور ترقی پذیر ممالک کے رشتے قائم ہیں اس لئے کہ ایشیاء افریقہ یا لاطینی امریکہ میں سوویت یونین کی کبھی بھی کوئی نوآبادی نہیں تھی۔ ترقی پذیر قوموں کے ساتھ سوویت یونین کے مراسم ابتدا سے مساوات اور باہمی مفاد کے اصولوں پر قائم ہیں اپریل ۱۹۸۴ء میں سوویت اور ہندوستانی خلا بازوں کی مشترکہ خلائی پرواز سوویت یونین اور ناوابستہ ممالک کے درمیان دوستانہ مراسم کی ایک اہم مثال ہے۔

اس میں شک نہیں کہ سوشلسٹ اور ناوابستہ ممالک کا اتحاد اتنا مضبوط نہ ہوتا اگر محض ایک فریق کو اس میں دلچسپی ہوتی۔ اس قسم کے اتحاد کی ضرورت ناوابستہ ممالک کو ہے اور مثال کے طور پر سوویت یونین کے لئے ناوابستہ تحریک سے تعاون اور اس تحریک کی حمایت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ سوشلسٹ برادری اور ناوابستہ تحریک کی ایک دوسرے کی حمایت دونوں فریقوں کے مفاد میں ہے اور ہمارے زمانے کے اہم مسائل کو کامیابی کے ساتھ حل کرنے کے لئے ایک قابل اعتماد اساس مہیا کرتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اختتام

نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کی ہم آہنگی کو آج پائیداری اور سامراج کی مزاحمت کی دوہری آزمائشوں سے گزرنا پڑ رہا ہے۔

ترقی پذیر ممالک میں نہ صرف مرکز جو بلکہ مرکز سے گریز کے رجحانات بھی بڑھ رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ ملکوں کی حکومتیں ان سامراج مخالف موقفوں سے ہٹ رہی ہیں جن پر وہ پہلے کھل کر قائم تھیں۔ اس سے آپ کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ناوابستہ اور دوسرے نئے نئے آزاد ہوئے ملک اب متحد نہیں ہیں اور سامراج مخالف پالیسی پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔

لیکن یہ غلط ہے اس لئے کہ ان ملکوں میں سامراج مخالف اتحاد پیدا کرنا ایک طویل عمل ہے۔ یہ کام ایک بنے بنائے ایسے راستے پر چلنا نہیں ہے جس میں کوئی انجانے موڑ اور خم نہ ہوں۔ اس کام میں نشیب و فراز آسکتے ہیں۔ زوال کے زمانے میں بھی نئے ابھار کا امکان پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ یہ ایک قدرتی عمل ہے جس کے راستے کا تعین معروضی اسباب اور ضروریات کرتی ہیں۔

سیاسی جذبات اور سیدھی سادی فضول خدمتی کے پس پشت ایسے بین اور بڑے رجحانات دیکھے جا سکتے ہیں جو بڑھ رہے ہیں اور ان ملکوں کو سامراج اور نو استعماریت کے خلاف شدید جدوجہد میں کھینچ رہے ہیں اور اسی جدوجہد کی بنیاد پر ان میں اتحاد پیدا کر رہے ہیں۔ یہ ناگزیر ہے اس لئے کہ سامراجی طاقتوں اور اجارہ داریوں کو اس پر آمادہ کرنے کی کوششیں بے سود ثابت ہوئی ہیں کہ وہ ترقی پذیر ممالک کے منصفانہ سیاسی اور معاشی مطالبات کو پورا کریں۔ سامراج اور نو استعماریت از خود اپنی حیثیت سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ اس کے برعکس حالیہ برسوں میں انہوں نے ایک دفعہ پھر طاقت کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہ خطرناک رجحان لبنان، گرینڈا، چاڈ اور جنوبی افریقہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں ریاستہائے متحدہ امریکہ اور اس کے حلیفوں کی کارروائیوں میں دکھائی دیتا ہے۔ ریگن نے سوویت یونین کے خلاف جو "جہاد" کا اعلان کیا ہے وہ بہ یک وقت نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کے خلاف جدوجہد بھی ثابت ہو رہا ہے۔ اپنے چودھراہٹ کے خود غرضانہ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ریاستہائے متحدہ امریکہ اور ناٹو کے دوسرے سرکردہ ممالک نے نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کی معاشی آزادی کے راستے میں نہ صرف رکاوٹ ڈال دی ہے بلکہ پوری دنیا کو تھرمونیوکلیائی جنگ کے دہانے تک پہنچا دیا ہے۔ اس خطرناک طاقت پر قابو پانے کے لئے نئی نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کو اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا چاہئے اور سامراج کے خلاف اپنی مشترکہ جدوجہد کو تیز کرنا چاہئے۔ صرف اس طرح وہ امن اور سلامتی کو تقویت پہنچا سکتی ہیں اور منصفانہ اور جمہوری اصولوں کی بنیاد پر بین الاقوامی معاشی رشتوں کی تشکیل نو کر سکتی ہیں۔

بین الاقوامی رشتوں کی تاریخ میں ناوابستہ تحریک بڑا عجیب و غریب اور انتہائی پیچیدہ مظہر ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے سکہ بند طریقوں کی تلاش بے سود ہے جو بتا سکیں کہ وہ مستقبل میں ترقی کرے گی۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ عالمی میدان میں ناوابستہ ممالک کا اثر بڑھ رہا ہے، بین الاقوامی رشتوں کے مزید فروغ کے لئے ان کی ذمہ داری بھی بڑھ رہی ہے اور قوموں کی امن اور سلامتی کے لئے اس کی عالمگیر جدوجہد اور بھی زیادہ اہم ہوگی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ناوابستہ تحریک کے امکانات کا تعین امن اور ترقی کی سامراج مخالف قوتوں پر اس کے اثر انداز ہونے کی بنا پر کیا جا سکے گا۔

دنیا کی سبھی قوموں کے لئے مستقبل کا راستہ ہے امن اور پرامن بقائے باہمی کا راستہ۔ اور علٰحدہ علٰحدہ کام کرنے کے بجائے امن کی قوتیں محض ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر کے سامراج کو اس راستے میں رکاوٹ ڈالنے سے باز رکھ سکتی ہیں۔ ناوابستہ ممالک کی تقدیر تمام انسانوں کی تقدیر سے پوری طرح جڑی ہوئی ہے۔

Entered in Database
24/2/06
Signature with Date

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar